PosTal Regd,No.LW/NP/63/2003to2005

April - 2005

Vol. No. 4 - Issue No. 11

Fornightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

R.N.I. No.UP. URD/2001/6071

(0522)2740151 ندوہ مہمان خانہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 (فیکس) رابطہ ادب اسلامی

2741231 (فیکس) شعبۂ تعمیر و رزق

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبۂ جمعہ

مدینہ میں جو سب سے پہلا جمعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حمد وثنا کے بعد اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا تھا۔

''حمد وثنا کے بعد اے لوگو! اپنے لئے پہلے سے سامان کرلو، تم کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی قسم تم میں سے ایک جب اپنے ہوش وحواس کھو چکے گا اور اپنی بکریوں (مال ودولت) کو چھوڑ جاوے گا جن کا کوئی نگہبان نہ ہوگا، پھر خدا اس کے لئے بیچ میں نہ کوئی ترجمان ہے نہ دربان ہے جو روکے گا اس سے کہے گا کہ کیا تیرے پاس میرا فرستادہ نہیں آیا اور میرا پیغام نہیں پہونچایا اور میں نے تم کو دولت نہیں دی اور حاجت سے زیادہ نہیں عطا کیا تو تو نے اپنے لئے پہلے سے کیا سامان کیا اس وقت وہ بندہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا، اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی بس جس کو قدرت ہو وہ اپنے کو اس آگ سے بچائے گو چھوہارے کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو تو ایک اچھی اور خوش اخلاقی کی بات ہی سے، کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ ہفت صد گنا دیا جائے گا، تم کو سلامتی اور اس کی رحمت وبرکت نازل ہو'' (''صحیح مسلم بروایت صحیحہ'' ماخوذ از : سیرت النبیؐ جلد دوم)

۲۵/اپریل ۲۰۰۵ء

Rs 7/-

Phone : 0522-2616731 (R)

Mobile : 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثناء جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Resi : 2226177
Akbari Gate : 2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

Shop : 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow - 18

ولی اللہ جویلرس

WALI ULLAH JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 226 018
Mob. : 9415090544, Shop : 2627446, Res. : 2254796

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2741235(Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain
on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Printing Press, Tagore Marg, Lko. Ph :2740966

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے

میں قرآن مجید کا طالب علم ہوں، اور اس کے معانی واشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں، قرآن مجید کی آیات کے معانی ومضامین اس سے کہیں زیادہ گہرے اور وسیع ہیں جتنے کہ تفسیر کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں، یا عام مطالعہ وغور سے سمجھ میں آتے ہیں، مذکورہ بالا آیت (البقرہ-۲۵۹) میں اگرچہ ایک معین واقعہ بتایا گیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی کہ ۱۰۰ سال ایک شخص کو مردہ رکھنے کے بعد حسب سابق زندہ اور تروتازہ اٹھایا، اور یہ قدرت بھی دکھائی کہ کھانا چند گھنٹے ہی کھلی فضا میں رہنے پر خراب اور بگڑ جاتا ہے، ۱۰۰ سال رکھا رہا اور خراب نہیں ہوا۔ میرے خیال میں اس واقعہ کے اندر ایک گہرا اشارہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین وپیغام کو بھی کبھی کبھی ۱۰۰ سال تک مردہ (۱) ہوجانے کے بعد اور اس قوم وملک کے اس کے ساتھ ربط وتعلق اور حمیت وحمایت کے طویل عرصہ تک کمزور ہوجانے کے بعد دوبارہ دونوں کو حیات وتازگی دے سکتا ہے، اور دیتا ہے، جب کھانا جیسی معمولی چیز کو ۱۰۰ سال بغیر بگڑے قائم رکھ سکتا ہے تو اپنے دین کو سو سو سال کی ناسازگار حالات رکھنے والی مدت گذرنے پر بھی صحیح اور تروتازہ رکھ سکتا ہے، میرے نزدیک قرآن مجید کی یہ آیت ہم کو یہ بشارت سناتی ہے کہ وہ قوم اور ملک (جس نے مغرب میں صدیوں اسلام کا جھنڈا بلند رکھا) پھر زندہ وتابندہ ہوجائے گا۔ ''تُولِجُ الَّيلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيلِ (ز) وَتُخرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيِّتِ وَتُخرِجُ المَيِّتَ مِنَ الحَيِّ'' (آل عمران-۲۷)

(۱) بعض ترک دوستوں نے بتایا کہ ترکی میں اسلام کے لئے دورِ ابتلاء کی مدت بھی ایک صدی کی مدت کو پہونچ رہی ہے۔

(ماخوذ: کاروانِ زندگی حصہ سوم ص ۱۶۹-۱۶۸)

۲۵/اپریل ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

جلد نمبر-۴۲ | ۲۵/اپریل ۲۰۰۵ء مطابق ربیع الاول ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر-۱۱

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی

☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زرتعاون

سالانہ-۱۵۰/ فی شمارہ-۷/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک-۳۵/ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ 2740151 (0522)

Website: www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے۔

H.I Computer Institute, Lko. 9335214913

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

نور بصیرت

ظہور قدسی — علامہ شبلی نعمانی — ۲

اداریہ

تحریف قرآن کا نیا فتنہ — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۳

افادات قرآنی

الذین آمنوا وعملوا الصالحات — علامہ سید سلیمان ندوی — ۴

علامہ سید سلیمان ندوی کی تفسیر سورہ فاتحہ — ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی — ۶

صالح معاشرہ کا تصور: قرآن مجید میں — جناب مولانا واضح رشید ندوی — ۸

سیرت سرور عالم ﷺ

قائد انسانیت ﷺ — ماخوذ از خطبات مدراس — ۱۰

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مولانا الطاف حسین حالی — ۱۱

اسوۂ رسول اکرم ﷺ — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۱۲

دینی تعلیمی کونسل اجلاس مرادآباد

خطبہ صدارت — صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش — ۱۴

اگر ہم دین سے دور ہوئے تو بکھر کر رہ جائیں گے — جناب سید حامد — ۱۸

گوشۂ ادب اسلامی

اردو زبان پر اسلامی اثرات (دوسری قسط) — جناب مولانا واضح رشید ندوی — ۲۲

تعارف کتاب ''آداب سلام وروح کائنات'' — جناب شاہ مفتی بدر احمد صاحب مجیبی — ۲۷

روداد چمن

ندوہ میں ہاسپٹل کا سنگ بنیاد — جناب مولانا سید حمزہ حسنی ندوی — ۲۹

زیارت حرمین شریفین کے لئے اکابر ندوہ کی روانگی

فقہ وفتاوی

فقہی سوال جواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۳۰

آخری صفحہ

ذرا سی پی کے بہکنے لگے ہیں دیوانے — امین الدین شجاع الدین — ۳۲

ظہورِ قدسی

علامہ شبلی نعمانیؒ

چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں چرخِ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دہر نے کرورون دن برس صرف کردیئے، سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخِ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبحِ جان نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا، کارکنانِ قضاوقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروباد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحید ابراہیمؑ، جمالِ یوسفؑ، معجز طرازیِ موسیٰؑ، جاں نوازیٔ مسیحؑ، سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہِ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہ فرخ فال ہے، اربابِ سیر اپنے محمود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگورے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہوگیا، لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہوکر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بتکدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اُٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اُٹھا۔

یعنی یتیم عبداللہ گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین،

شمۂ نہ مسند ہفت اختران
ختم رسول خاتم پیغمبران
احمدؐ مرسل کہ خرد خاکِ اوست
ہر دو جہان بستۂ فتراکِ اوست
امی و گویا بہ زبانِ فصیح
از الف آدم و میم مسیح

عالمِ قدس سے عالمِ امکاں میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّم۔

حرفِ مدیر

منظور ہے گزارش احوالِ واقعی

ادارہ تعمیرِ حیات اپنے اہلِ قلم، اصحابِ علم ومعرفت کا شکر گزار ہے کہ وہ اپنے مقالات ہمیں بھیجا کرتے ہیں اس کے علاوہ بعض حضرات جلسوں کی روداد وتفصیلات بھی ارسال کرتے رہتے ہیں۔ تعمیرِ حیات شمارہ کے صفحات کی تنگ دامانی کی بناء پر نیز وسائل کی کمی کی وجہ سے انہیں بالتفصیل شائع نہیں کرسکتا اگر ان رپورٹوں کو شائع کیا جاتا رہے تو اس صورت میں وقیع دینی، علمی وفکری مضامین کی حق تلفی ہوگی اس لئے بصد ادب واحترام راقم عاجز کی گزارش ہے کہ ہم آپ کی علمی کاوشوں کے یقیناً قدرداں ہیں البتہ ہمیں موقع دیجئے کہ آپ کے ان افکار کی قارئین تک ترسیل ہوسکے۔ جن کی اس وقت ضرورت ہے۔ اس صورت میں آپ اپنے مضامین میں اختصار وایجاز سے کام لیں بصورت دیگر اور بحالت مجبوری ایسے طول طویل مضامین یا روداد اور رپورٹیں ہم قسط وار شائع کرنے پر مجبور ہوں گے اور پرچہ کے تنوع نیز اس کے ذریعہ قارئین کرام کو فکری غذا فراہم کرنے اور شعور کی بیداری کا تعمیرِ حیات کی اشاعت کا اصل مقصد ومنشاء پس پشت رہ جائے گا۔ امید ہے کہ اس بندہ عاجز کے اس التماس پر توجہ دی جائے گی۔ (ا۔ش۔)

اداریہ

تحریف قرآن کا نیا فتنہ

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

۲۰۰۴ء میں افغانستان کے ہرے بھرے شہر کو شعلہ زار بنانے کے بعد اور اس جرم کی پاداش میں کہ اس سرزمین پر اسلامی فکر کی پرورش ہوتی ہے، اور چونکہ یہ سرزمین دنیا کی عظیم طاقتوں کا مقبرہ تو بن گیا، مستعمرہ نہیں بن سکا اس لئے اسکی اینٹ سے اینٹ بجا کر، اس کے تمدنی آثار اور عمارتوں کو کھنڈر بنانے کے بعد، عالم اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم درسگاہ کے سربراہ (شیخ الازہر) سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ ازہر کی مسجد میں، ازہر کی یونیورسٹی میں، ازہر کے طرز پر چلنے والے مدارس کا نصاب بدل دیں تاکہ ظلم وبربریت پر آمادہ کرنے والے دہشت گرد پیدا نہ ہوں۔

اس کا جواب شیخ الازہر نے جو دیا وہ ایک تاریخی وثیقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی ملک کو یا دنیا کی کسی طاقت کو قرآن وحدیث کی سمجھ پیدا کرنے والے نصاب کو بدلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ طاقت کے نشہ میں مست، آہن وآتش سے اپنی خداوندیت کا اظہار خواہ وہ جس طرح کریں صرف الازہر کو نہیں، پورے شہر القاہرہ کو تباہ کردیں دس منزلہ اور پندرہ منزلہ عمارتوں کو نالوں اور گڈھوں میں تبدیل کردیں، مگر قرآن کی عظمت کے مینارے جو ہر بندۂ مومن کے قلب ودماغ میں قائم ہیں ان کو ایک انچ بھی کم نہیں کرسکتے! اس کے بعد سے آواز خاموش ہوگئی، مگر اندر اندر سازش جاری رہی، قرآن کریم کے تحریف شدہ اجزاء ڈالروں میں تولے جانے لگے۔ ''انذار و تبشیر'' کے ہتھیار اپنا کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تین ماہ ہوئے (جنوری ۲۰۰۵ء) میں ''الفرقان'' کے نام سے آیات قرآنی کے نام سے ایک مجموعہ پھیلایا جارہا ہے۔ راقم نے اس صحیفہ مکر وسازش کو دیکھا نہیں ہے۔ البتہ الجزائر کے ''العربی'' میں اس کا ایک نمونہ پڑھا ہے۔ (اس نام سے ایک رسالہ الریاض سے نکلتا ہے اور ایک الجزائر سے۔ یہ مضمون الجزائر کے فروری کے شمارہ میں شائع ہوا تھا)

اس فرمان قہرمانیت میں کہا گیا ہے کہ قرآن میں انسانی نفوس پر جو مظالم کا حکم دیا گیا ہے اس کو حذف کیا جائے۔ یہ بات ان کے قلم سے نکل رہی ہے جو اپنے مفتوحہ علاقوں میں لاشوں پر کرسیاں بچھا کر بیٹھے شراب نوشی کرتے ہیں، عرب کی غریب معصوم بچیوں کو حاملہ کرکے سب کے سامنے اس کے پیٹ چاک کرتے ہیں اور اس پر جوا کھیلتے ہیں کہ رحم مادر میں پلنے والا بچہ لڑکا تھا یا لڑکی۔ ان کو قرآن میں ''ظلم'' نظر آتا ہے!!! جبکہ مسلمان اگر ایک بکری بھی ذبح کرتے ہیں تو اس کو پہلے پانی پلاتے ہیں، چارہ دیتے ہیں، دوسری ذبح کی جانے والی بکریوں کو علیحدہ رکھتے ہیں تاکہ خوفزدہ نہ کیا جائے۔

وہ دین جو صرف ڈاکوؤں کو دھمکاتا ہے، رہزنوں کے راستے بند کرتا ہے امن وسلامتی کی راہ ہموار کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ ان کو ''ظالم'' نظر آتا ہے اس کو ''دہشت گرد'' کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ظلم سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہاں ان ظالموں کو راستے سے ہٹانے کو جائز قرار دیا گیا ہے جو دوسروں کو امن وسلامتی کے ساتھ نہیں رہنے دینا چاہتے ہیں۔ وہ قتل جس کو یہ ظالم ظلم کا نام دیتے ہیں اس میں انسانیت کی زندگی پوشیدہ ہے ''ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الألباب'' اب ایک نمونہ ڈالروں کے پریس میں چھپنے والے محرف مجموعہ کا دیکھئے:

''سورہ فاتحہ میں ''صراط الذین انعمت علیھم'' تک رہنے دو۔ مغضوب علیھم اور الضالین کسی کو مت کہو ورنہ بہت سے انسانوں سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔''

ان جاہلوں کو اتنی موٹی سی بات بھی نہیں معلوم کہ سورہ فاتحہ میں صرف ایک دعا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ ''اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ ایسا راستہ جس پر چلنے والوں پر تو نے انعام فرمایا نہ کہ وہ راستہ جو اس کے غضب کا شکار اور گمراہ لوگوں کا راستہ ہے''۔ اب ان انسان دشمنوں کو کون سمجھائے کہ اگر تم اپنے ملازم سے کہو کہ جاؤ بازار سے غلہ خرید لاؤ، جو اچھا ہو، اس میں کیڑے نہ پڑے ہوں اور نہ گھن لگا ہو۔ ایسی سواری لیکر آؤ جو آرام دہ ہو اس کے گھوڑے اڑیل اور مریل نہ ہو۔ تو یہ دو باتیں ہوئیں یا ایک ہی بات ہے؟ ایک صفت اثبات میں (صراط الذین انعمت علیھم) اور ایک صفت نفی میں کہ وہ راستہ اس قوم کا نہ ہو جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئی۔ اور جو راستہ بھٹک گئی ہے۔

تاریخ اسلام میں بہت سے فتنوں کی شدید آندھیاں چلی ہیں ایک دَور اور سہی۔ ہمارے اسلاف ان فتنوں کی سرکوبی کرتے رہے ہیں اس فتنہ کے خلاف اب بھی کریں گے۔

افادات قرآنی

الذین آمنوا وعملوا الصالحات

(جو ایمان لائے اور نیک کام کئے)

علامہ سید سلیمان ندویؒ

اسلامی تعلیمات کے وسیع دفتر کو اگر ہم دو مختصر لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو ہم ان کو ''ایمان'' اور ''عمل صالح'' کے دو لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایمان اور عمل ہی دو چیزیں ہیں جو ہر قسم کے محمدی پیغام پر حاوی ہیں، اور قرآن پاک میں انہی دونوں پر انسانی نجات کا مدار ہے یعنی یہ کہ ہمارا ایمان پاک اور مستحکم ہو اور عمل نیک اور صالح ہو۔ ''الذین آمنوا وعملوا الصالحات'' قرآن میں بیسوں جگہ آیا ہے اور ہر جگہ صاف کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ فلاح اور کامیابی صرف ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے۔

دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں جو ''بنی آدم'' کی عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں۔ ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں جنھوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں لیکن کیا انسانیت کی فلاح وہدایت کے لئے انہوں نے کوئی نمونہ چھوڑا؟ کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدان جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام و خیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ ہماری روحانی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج بتا سکی؟ ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی؟ ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی؟

دنیا میں بڑے بڑے شاعر بھی پیدا ہوئے ہیں لیکن دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے، اسی لئے افلاطون کے مشہور نظام حکومت میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی، ہومر سے لیکر آج تک فوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوا نسل انسانی کو اس کی زندگی کے مشکلات دور کرنے کے لئے یہ لوگ کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے، کیونکہ ان کی شیریں زبانیوں کے پیچھے ان کے حسن عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا، اسی لئے قرآن پاک نے کہا:۔

والشعراء یتبعھم الغاؤون ، ألم تر أنھم فی کل وادیھیمون، وأنھم یقولون مالا یفعلون۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات (شعراء:ع:۱۱)

اور شاعران کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں، اور جو کہتے ہیں اس کو کرتے نہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

قرآن پاک نے ان کی شیریں زبانی کیلئے بے اثر ہونے کا فلسفہ بھی بتادیا کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں، اور ایمان وعمل کی جوہر سے خالی ہیں، لیکن اگر وہ اس دولت سے مالا مال ہوں تو کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں ضرور اثر ہوگا، تاہم وہ اصلاح وہدایت کے عظیم الشان فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے، دنیا کی تاریخ خود اس پر گواہ ہے۔

حکماء اور فلاسفر جنھوں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدل دیئے ہیں، جنھوں نے عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریئے پیش کیے ہیں وہ بھی انسانیت کے نظام ہدایت کا کوئی عملی نقشہ نہ پیش کر سکے، اور نہ فرائض انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی امداد دے سکے، کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسن عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

ارسطو نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد ڈالی، ہر یونیورسٹی میں اس کے اتھکس پر بہترین لکچرز دیئے جاتے ہیں، اور اخلاقی مسائل میں اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے، لیکن سچ بتاؤ کہ اس کو پڑھ کر یا سن کر نوع انسانی کے کتنے افراد راہ راست پر آئے، آج کی دنیا کی ہر یونیورسٹی میں اتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں، مگر ان کے علم واخلاق کے فلسفیانہ رموز واسرار کا دائرۂ اثر ان درسگاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے نہ بڑھ سکا، یا بڑھ سکتا ہے؟ اس لیے کہ جب ان کمروں سے نکل کر وہ باہر میدان میں آتے ہیں تو ان کی عملی زندگی عام افراد انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی۔ اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمراں بھی رونما ہوئے ہیں جنھوں نے کبھی کبھی چار دانگ عالم پر حکومت کی ہے، قوموں کے جان ومال پر قابض ہوئے ہیں، ایک ملک کو اجاڑا اور دوسرے کو بسایا ہے، ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھایا ہے، ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا ہے، مگر ان کا عام نقشہ وہی رہا جس کو قرآن پاک نے ایک آیت میں ملکۂ سبا کی زبان سے ادا کیا ہے۔

إن الملوك اذادخلوا قریة أفسدوھا وجعلوا أعزة أھلھا أذلة (نمل:۴)

بیشک بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں، اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور

مجرموں کو روپوش کر دیا، لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکی، انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن وامان قائم کیا، لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن وامان قائم نہ کر سکے، انہوں نے ملک کا نظم ونسق درست کیا لیکن روحوں کی مملکت کا نظم ونسق ان سے درست نہ ہوسکا، بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی انہی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی، کیا سکندر اور سیزر جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ہمارے لیے کچھ چھوڑ گئے؟

بڑے بڑے متقن سولن سے لیکر اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں، لیکن ان کے قانون کی عمر نے بقا کی دولت نہ پائی، اور اس کے ماننے والوں کو دل کی صفائی کا راز نہ ملا، دوسرے دور کے حاکموں اور عدالتوں نے خود اس کو حرف غلط کی طرح مٹادیا۔ اور اپنی مرضی اور اپنی مصلحتوں کے مطابق، نہ کہ انسانوں کی اصلاح کی خاطر اسکی جگہ دوسرا قانون بنالیا، اور آج بھی یہی حالت قائم ہے آج اس مہذب دور حکومت میں بھی یہی صورت حال قائم ہے کہ آئین ساز مجلسیں بنائی گئی ہیں جو اپنے ہر اجلاس میں آج جو بناتی ہیں کل اس کو مٹاتی ہیں اور یہ سب کچھ انسانوں کی خاطر نہیں بلکہ حکومتوں کی خاطر ہوتا رہتا ہے۔

ایمان وعمل صالح کی دوسری تعبیر علم اور عدل

انسانی ذمہ داریوں کا شرعی نام ''تکلیف'' ہے، یہ تکلیف خود (انسان کے) اندرونی اور بیرونی قویٰ کے مطابق عائد ہے، اسلام کا اصول بتاتا ہے ''لایکلّف اللہ نفسا الا وسعھا'' (۱۲) خدا کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا لیکن اس کی وسعت کے مطابق، یہ امانت کا بار جمادات، نباتات، حیوانات بلکہ پہاڑوں اور اونچے آسمانوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن ان میں سے کوئی اس کو اٹھا نہ سکا۔

إنا عرضنا الأمانة علی السموات والأرض والجبال فأبین أن یحملنھا وأشفقن منھا وحملھا الإنسان إنه کان ظلوما جھولا (احزاب:۹)(۱۳)

ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش کیا تو انہوں نے (فطری صلاحیت کی بناء پر زبان حال سے) اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈرے، پھر انسان نے اس کو اٹھالیا، بیشک وہ ظالم اور نادان تھا۔

ظالم ونادان دیوانۂ عشق کی دوسری تعبیر ہے، ظالم یعنی اپنے حد سے آگے بڑھ جانے والا، یہ صفت انسان کی عملی قوت کی بے اعتدالی کا اور ''جاہل ونادان'' ہونا اس کی عقلی ودینی قوت کی بے اعتدالی کا نام ہے ''ظلوم'' کا مقابل ''عادل'' اور ''جھول'' کا مقابل ''عالم'' ہے، عدل اور علم جو بالفعل انسان کو حاصل نہیں، ان کو حاصل کرنے کیلئے ان کی عملی قوت میں عدل یعنی میانہ روی اور اعتدال، اور دینی قوت میں ''علم'' اور معرفت کی ضرورت ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں عدل کا دوسرا نام ''عمل صالح'' اور علم کا دوسرا نام ''ایمان'' ہے۔ والعصر، ان الإنسان لفی خسر الا الذین آمنوا، وعملوا الصالحات۔

زمانہ کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے، لیکن وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے۔

یہ نقصان اور گھاٹا، وہی ظلم عملی جہل علمی ہے اور اسی کا علاج ''ایمان'' یعنی علم صحیح اور ''عدل'' یعنی عمل صالح ہے، اس واقعہ کی شہادت میں کہ انسانیت اس وقت تک گھاٹے اور ٹوٹے میں ہے جب تک اس کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق نہ ملے، اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پیش کیا ہے، زمانہ سے مقصود وہ واقعات، حوادث اور آثار ہیں جو زمانہ کے آغاز سے آج تک دنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں، کارلائل کے مشہور فقرہ کے مطابق کہ تاریخ صرف بڑے لوگوں کی سوانحعمریوں کے سلسلہ کا نام ہے۔

زمانہ کی تاریخ خود اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں وہ تمام قومیں اور قوموں کے وہ تمام افراد ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہے ہیں اور برباد و ہلاک ہوئے ہیں جو ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے۔

دنیا کے تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے اور انسانوں کے بننے اور بگڑنے کی تمام حکایتیں، ظلم وجہل اور ایمان وعمل صالح کی دورنگیوں سے معمور ہیں۔ ایک طرف ظلم، جہل، شر، تاریکی، دوسری طرف عدل، عمل صالح، خیر اور نور کی حکایتیں، داستانیں اور تاریخیں ہیں اور جن افراد نے ان انسانی ذمہ داریوں کو قبول کیا اور ان کی تعریف کی۔ اور جنھوں نے ان سے انکار کیا ان کی برائی کے بیانات ہیں، یونانی لیڈر، رومی ہیرل لاٹوز، ایرانی شاہنامہ، ہندی مہابھارت اور رامائن اور گیتا کیا ہیں؟ ہر قوم کے سامنے اس کے بڑے بڑے اشخاص اور اکابر رجال کی زندگیوں سے علم وجہل، ظلم وعدل، خیر وشر اور ایمان وکفر کی معرکہ آرائیوں کی عبرت آموز مثالیں ہیں تاکہ ہر قوم ظلم، شر اور کفر کے برے نتیجوں سے بچ کر عدل، خیر اور ایمان کی مثالوں سے فائدہ اٹھائے۔

دعائے مغفرت

حضرت مولانا عبدالباری ندوی صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے شمس الباری کا ۷۲ سال کی عمر میں کراچی میں ۵ ربیع الاول جمع کو انتقال ہوگیا۔ تدفین بعد نماز جمعہ ہوئی۔ ادارہ ان کے بھائی فضل الباری صاحب اور مرحوم کے جملہ اعزہ واقارب سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تفسیر سورہ فاتحہ

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

۱۰ رمارچ کے ''تعمیر حیات'' میں حضرت سید صاحب (علامہ سید سلیمان ندویؒ) قدس اللہ سرہ کی تفسیر سورۂ فاتحہ شائع ہوئی ہے، اور اس پر حاشیہ مولانا محمد اویس صاحب ندویؒ کا ہے، سید صاحب کا اصل موضوع قرآن تھا، جو ان کے کبار تلامذہ اور معتقدین اور ان کی صحبت میں بیٹھنے والے سبھوں کا مشترک احساس ہے، دارالعلوم کے استاذ حدیث حضرت مولانا شاہ محمد حلیم عطا صاحبؒ بھی یہی فرماتے تھے، اور ہمارے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جن کا اختصاصی موضوع تفسیر تھا، وہ بھی سید صاحبؒ کی تفسیر امامت کے قائل تھے، میں نے یہ بات اپنے بزرگوں سے مسلسل سنی اور بعض تفسیری نکات دیکھ کر خود میرا بھی اعتقاد یہی ہے، ہم لوگ الحمدللہ کسی کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے کسی کی منقبت نہیں کرتے اور نہ ان کے لئے القاب تصنیف کرتے ہیں نہ اپنی خوش عقیدگی کو تسکین دیتے ہیں کہ "العلم عندالله" اور "ماأوتيتم من العلم الاقليلاً" اور "فوق كل ذى علم عليم" پر ایمان رکھتے ہیں، البتہ اگر کسی اللہ کے بندوں کو خصوصی فائدہ پہنچا ہے تو اس کا ذکر اور اظہار شکر اپنا فرض سمجھتے ہیں، خواہ وہ ہمارے اپنے مدرسے کا ہو، مربی ہو یا ایسا بزرگ ہو جس سے کوئی تعلق نہ رہا ہو، ہم لوگوں کی دینی پرورش ایسے معتدل ماحول میں ہوئی ہے، جس کو ہم اپنا قابل شکر امتیاز سمجھتے ہیں، کبریائی زیبا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی دین عام ہے، اس کی رحمت بے پناہ ہے۔

حضرت سید صاحبؒ جیسا فاضل، قرآن کا مفسر، جس کی زبان پاک، قلم پاک، انداز تحریر بیانیہ اور مرشدانہ تھا، ان کی تفسیر، اور حضرت مولانا محمد اویس ندویؒ جیسا شاگرد (جو خود بحر العلوم تھے،) تفسیروں پر نظر رکھتے تھے، ابن قیمؒ کی کتابوں میں جہاں آیات کی تفسیر ہیں ان سب کو یکجا کرنے والے اور علمی افادہ مرتب کرنے والے بزرگ تھے، ابن تیمیہؒ اور ابن رجب حنبلیؒ کی ایک ایک کتاب پر ان کی نظر تھی، ان کے جیسا شاگرد اور سید صاحبؒ جیسے استاذ اپنی جگہ پر آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی اس تفسیر سے جو سورۂ فاتحہ کی شائع ہوئی ہے پڑھ کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش پوری تفسیر یا درس قرآن کے مرتب حصے اہل علم اور اہل بصیرت کے سامنے آجائیں، مجھے ان تفسیروں کے مطالعہ کی کچھ توفیق حاصل ہوئی ہے، اور سید صاحبؒ سے بعض آیات کی تفسیر میں استفادہ بھی کیا ہے، لیکن یہ ایک نئی چیز سامنے آئی، سورہ فاتحہ پر کس نے نہیں لکھا؟ اور کیا نہیں لکھا؟ میرے پیش نظر اردو ادب کے فنی شاہکار بھی ہیں، ذہانت وذکاوت کے نمونے بھی ہیں، عربی میں علمائے تفسیر کی بحثیں بھی ہیں۔ جن میں زیادہ تر بحثیں اس پر ہیں کہ رحمان اور رحیم میں زیادہ مبالغہ کس میں ہے اور کیونکر ہے، یہ سب صرف صاحب کشاف زمخشری کے یہاں نہیں بلکہ ابن جریر، طبری، ابن کثیر، قرطبی سب کو چھاننے کے بعد اور ان اشعار اور نحوی حوالوں کو دیکھنے کے بعد محسوس ہوا کہ سید صاحبؒ اپنی جگہ پر خود ایک مینارۂ نور ہیں، عام طور سے بسم اللہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر میں الرحمن الرحیم میں مبالغہ کا صیغہ بتا کر بحث کی گئی ہے اور کہیں بات یوں ٹھہرائی گئی ہے کہ دنیا کے اعتبار سے رحمٰن اور یوم آخرت کے اعتبار سے رحیم، اس کے بعد یہ دونوں لفظ کی صفت قرار دی گئی ہے، اور وہ اس طرح ہے جبکہ ہم اسم موصول سے ربط کر کے الحمدلله الذى نجانامن القوم الظالمين: (المومنون۔۲۸) شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال اور تکالیف سے) نجات دی۔

یا

الحمدلله الذى وهب لى على الكبر اسماعيل واسحاق۔ (ابراھیم۔۳۹) تمامی حمد (وثناء) خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھکو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے۔''

اور حضرت داؤد اور سلیمانؑ کے قصے ہیں:

وقالاالحمدلله الذى فضلناعلى كثيرمن عباده المومنين۔ (النمل۔۱۵) ان دونوں نے (ادائے شکر کیلئے) کہا تمام تعریفیں اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

اور اللہ اپنے نبی سے فرماتا ہے:

قل الحمد الله الذى لم يتخذولداً ولم يكن له شريك فى الملك۔ (الاسراء۔۱۱۱) ''اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ہے۔''

اور اہل جنت کا یہ کہنا کہ:

الحمدلله الذى اذهب عنّاالحزن۔ (فاطر۔۳۴) اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کیا۔

اور ان کے بارے میں یہ ارشاد:

وآخردعواهم ان الحمدلله رب العالمين۔ اور ان کی (اس وقت کی ان باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمدلله رب العالمين۔

اسی طرح:

الحمدلله رب العالمين، الرحمن الرحيم۔ (فاتحہ۔۱) ''سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے۔''

"رب العالمين" اور "الرحمن الرحيم" کو صفات مرتبہ کا درجہ دیا گیا ہے، سید صاحبؒ نے فرمایا کہ "الرحمن الرحيم" لفظ جلالت کا بدل معنی ہے، اس کی طرف کسی کی نظر نہیں گئی تھی، اور جو لوگ عربی نحو سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کی قدر کریں گے کہ بدل معنی نے مفہوم کو کس قدر بلند کر دیا، اور کس درجہ پڑھنے والے کو قرآن کریم کی عظمت کا احساس ہوا، اسی طرح تعوذ کے سلسلہ میں یہ ارشاد کہ توکل کا اظہار ہے کہ اے اللہ ہم شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں، اس کے شر سے محفوظ رہنے کی طاقت میرے اندر نہیں ہے، تیری پناہ چاہتے ہیں، جس سے اس کے شر سے بچ سکتے ہیں، مالك يوم الدين کا اظہار عدل کو بتاتا ہے، اس لئے کہ مرنے کے بعد ایک نجس ترین جثہ اعلیٰ ترین روحانی مرکز رکھنے والے اہل اللہ کے پہلو میں دفن کیا جاتا ہے اور مٹی دونوں کو چھپا لیتی ہے، اگر دین کا تصور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے عدل پر حرف آتا ہے، تاکید عبادت اور استعانت دونوں کی یکجائی بتاتی ہے کہ عبادت کا حق بغیر مدد الٰہی کے انجام پا ہی نہیں سکتا، اور ان لوگوں کا راستہ جن پر انعام فرمایا گیا کوئی مبہم چیز نہیں ہے، سورہ نحل میں، سورہ نوح میں، سورہ مریم میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، تمام مفسرین کے نزدیک تسلیم شدہ بات ہے کہ مغضوب عليهم سے مراد قوم یہود ہے اور بھٹکے ہوئے افراد نصاریٰ ہیں، سید صاحبؒ نے اس کا انکار نہیں کیا ہے اور نہ پہلے کے سلف کی بات کا انکار کیا ہے، صرف ایک علمی بلندی سے وضاحت فرمادی ہے، بہر حال، ضرورت ہے کہ سید صاحبؒ کے تفسیری ملاحظات اور ان کے شاگرد عزیز مولانا محمد اویس صاحب ندویؒ کے حواشی کو علمی ودینی فائدے کی نظر سے سامنے لایا جائے۔

خطوط کا ذخیرہ

مشاہیر علم وادب کے قدیم اہم خطوط علم دوست اصحاب کے ہاتھوں تک پہنچ جائیں اور محفوظ رہیں۔ مناسب قیمت پر علیحدہ کئے جائیں گے۔ یہ خطوط ابھی تک کسی رسالے، اخبار یا کتاب میں شائع نہیں ہوئے ہیں۔ سب غیر مطبوعہ ہیں۔

وقار الملک نواب مہدی حسن، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ سر محمد اقبال، سر راس مسعود، علامہ شبلی نعمانی، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر سید محمود وغیرہ، اسی طرح کے دوسرے مشاہیر کے خطوط۔

Add : Jamal Uddin Moonis Nizami
Nizami Street, Budaun-243601 (U.P.)

اسکول اور کالج کے اساتذہ کے لئے

Big Discount 45%

یکم مئی تا ۱۰ جولائی ۲۰۰۵ء

سیرت رسول اکرم ﷺ	90/-
دستور حیات	75/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	45/-
عالم عربی کا المیہ	30/-
دعوت فکر وعمل	80/-
امت مسلمہ	70/-
اسلام اور غیر اسلامی تہذیب	30/-
ذکر رسول ﷺ	55/-
تحریک آزادی میں علماء کا کردار	100/-
اسلام کا تعارف	40/-
مغربی میڈیا	80/-
ارشادات نبوی کی روشنی میں نظام معاشرت (اول ودوم)	320/-
A Guide Book For Muslims	40
Islam and The World	120/-
Life & Mission of M.Ilyas	90/-
Muhammad, the Last Prophet	110/-
Meaning and Message of Trading	435/-
Qadianism, a Critical Study	45/-
Stories of the Prophets	55/-
The Four Pillars of Islam	90/-
The Quran and You	55/-
The Message of Quran	80/-
What Islam is ?	50/-
Islam an Introduction	40/-
نبیوں کے قصے 1-2	80/-
نبی-ے-رحمت	120/-
دستور حیات	22/-
مانوتا کا سندیش	20/-
مانوتا کا ستر	20/-
آدرش شاسک	25/-
اسلام ایک پریچے	20/-

رابطہ کے لئے ہمارا پتہ

Academy of Islamic Research & Publications P.O. 119, Nadwa, Lucknow-7
Phone : 0522-2741539 Fax : 2740806 Mobile : 9335223411
E-mail : nadwa@sancharnet.in

منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا پورا پتہ ضرور لکھیں۔ مصارف ڈاک رجسٹرڈ خریدار کے ذمہ ہوں گے۔

خود بھی مطالعہ کریں
اور دوسروں کو بھی آمادہ کریں۔

صالح معاشرہ کا تصور: قرآن مجید میں

جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
(ایڈیٹر الرائد وصدر کلیۃ اللغہ)

انسانوں کا آپسی رہن سہن اگر ان حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہے جو ایک انسان کے دوسرے انسان پر عائد ہوتے ہیں، تبھی صحیح اور مثالی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان باتوں کو غیر درست اور نامناسب قرار دیا ہے جن کے کرنے سے دوسرے کو نقصان اٹھانا پڑسکتا ہو، اور جو زیادہ سنگین نقصان دہ کام ہیں ان پر سزائیں بھی تجویز کردی گئی ہیں، مثلاً ناحق کسی کی جان لی جائے، کسی کی عزت سے کھلواڑ کیا جائے، مال ومتاع لوٹا جائے، یا خیانت کی جائے، یا مال جمع کیا جائے اور حقوق نہ ادا کئے جائیں، یا خیر کے کاموں میں خرچ نہ کیا جائے، اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی کے ساتھ اسراف کی بھی سخت مذمت وارد ہوئی ہے۔

کسی کے خلاف جھوٹی گواہی بھی سنگین جرائم میں سے ہے، اخلاقی لحاظ سے کسی پر الزام لگانا تو اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر اسلامی نظام حکومت قائم ہے تو ایسا کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی تاکہ دوسروں کی عزت وحرمت محفوظ رہے، اور امن و سکون کا ماحول قائم رہے۔ سود کو قرآن میں خدا سے جنگ سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح رشوت، زمین و جائداد کا غصب، وراثت کی تقسیم میں حق تلفی پر سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

ان جیسے کاموں کو اسلام نے بڑی ناپسندیدگی سے دیکھا ہے، اور ان باتوں کو معاشرہ کے لئے ناسور تصور کیا ہے، اور سخت سے سخت وعیدیں جن کا مرنے کی بعد کی زندگی میں سامنا کرنا ہوگا بیان کرکے ڈرایا گیا ہے۔

رشوت لینے اور دینے والے کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے، زمین کے غصب کرنے پر یہ وعید سنائی گئی ہے کہ اس کی گردن پر سات زمینوں کا طوق پڑے گا۔ وراثت سے محروم رکھنے والے کی جنت کی میراث خطرہ میں پڑے گی۔ یہ سب اس کے علاوہ ہے کہ اس طریقہ سے ایک حبہ بھی اگر آتا ہے تو وہ مال حرام ہے، اور مال حرام سے جو خون بنتا ہے اور اس سے جسم کی جو نشو ونما ہوتی ہے اس کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ یہ آگ ہی کا مستحق ہے۔

جھوٹ، غیبت، بہتان، تمسخر، چغل خوری، بے حیائی، بے وفائی، خیانت، فریب دہی، گالم گلوچ، وعدہ خلافی، یہ سب وہ باتیں ہیں جن سے عداوتیں جنم لیتی ہیں، اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی قائم ہوتی ہے۔ اسی طرح بے جا اور حد سے زیادہ خرچ کرنے سے بھی روکا گیا ہے، اس لئے کہ اس میں بھی دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اسلام نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اصحاب ثروت کو اپنی دولت مستحقین میں صرف کرنی چاہئے، اس خیال کے ساتھ کہ پہلے اس کا حق ہے، پھر اس کے اہل خانہ اور پھر اعزہ و اقارب اور پڑوس و متعلقین کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر یہ فضل ہے کہ اس کے ذریعہ دوسروں کا رزق دوسروں تک پہونچا رہا ہے، شادی کے معاملات میں جو خرچ کا مزاج بن گیا ہے، وہ بالکل اسلامی روح اور مزاج کے منافی ہے۔ قرآن کریم نے ان سارے عیوب اور کمزوریوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جن سے سماج میں کشمکش اور انتشار پیدا ہوتا ہے، اور اسلامی معاشرہ میں ان رجحانات سے یا طبعی کمزوریوں سے ٹکراؤ یا فساد پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کریم عقیدہ پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے، اس لئے کہ اسلامی سماج کی بنیاد ہی عقیدہ پر ہے، عقیدہ زندگی کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عقیدہ کے بعد والدین کے حقوق پر قرآن کریم نے سب سے زیادہ زور دیا ہے، اور یہ ایک ایسا بنیادی پہلو ہے جس سے گھر کا ماحول متاثر ہوتا ہے، اور اس میں بڑی کوتاہی کی جارہی ہے۔ والدین کے حقوق کے ساتھ میراث کی تقسیم ہے، اگر اس میں انصاف سے کام لیا جائے تو بہت سے مسائل حل ہوجاتے ہیں، اور یہی سماج میں جھگڑے کا بڑا سبب ہے۔ اس کے ساتھ صحیح ناپ تول کا مسئلہ ہے، اس کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اس میں زیادتی کرنے والوں پر عذاب نازل ہونے کے واقعات نقل کئے ہیں، بعض قوموں پر ظلم اور فساد پر، اور بعض پر ناپ تول میں بے ایمانی کرنے پر عذاب آیا، جس طرح اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی اور نافرمانی پر عذاب آیا۔

اس کے ساتھ، اخلاق اور عفت کا معاملہ ہے، یہ بھی بعض قوموں پر عذاب آنے کا سبب ہوا۔ اس کو قرآن میں تفصیل سے اور مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے، اور اس کے لئے ان سارے ذرائع پر روک لگادی گئی ہے جن سے ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے قتل نفس کو بڑی اہمیت سے متعدد جگہوں پر بیان کیا ہے، اور ایسا کرنے والوں کو جہنم سے ڈرایا ہے، حدیث شریف میں مومن کو قتل کرنا کفر کے مانند قرار دیا گیا ہے۔ غیبت بھی سماج میں بگاڑ اور فساد کا ذریعہ ہے، قرآن کریم میں اس کو بھائی کے مردہ گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مفاخرت اور گھمنڈ کا انجام بد قرآن نے قصوں کی شکل میں بیان کیا ہے، ایک باغ والے کا قصہ، قارون کا قصہ بڑی تفصیل سے قرآن نے بیان کیا ہے، مفاخرت بھی سماج میں فساد کا بڑا ذریعہ ہے، اور اکثر تعلقات کی خرابی یا اسراف کا وہ سبب ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کے ساتھ نرم روی اور نرم گفتاری کی تلقین کی گئی ہے ﴿ و عباد الرحمن الذين يمشون على الأرض هوناً ، و إذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً الخ﴾ (سورہ فرقان: ۶۳-۷۲) سورہ فرقان کی ان آخری آیات میں لغو سے اعراض کے ساتھ عبادت میں خشوع وخضوع، اور اس کے بعد خرچ میں اعتدال کا وصف بیان کیا گیا ہے، ﴿ و الذين إذا أنفقوا لم يسرفوا و لم يقتروا ، و كان بين ذلك قواماً ﴾ (سورہ فرقان: ۶۷) اس کے بعد شرک سے بچنے کے ساتھ قتل نفس سے منع کیا گیا ہے، اور پھر زنا اور جھوٹی گواہی کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور ان احتیاطوں کے برتنے والوں کے لئے بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سورہ حجرات میں کسی خبر پر بغیر تحقیق کے کارروائی کرنے سے منع کیا گیا ہے، دو فریقوں میں جھگڑا ہو تو صلح کی کوشش کا حکم دیا گیا ہے، ورنہ ظالم کے خلاف کارروائی کا حکم ہے۔

اس کے بعد کسی کا مزاق اڑانے، برے القاب اور الفاظ سے یاد کرنے سے روکا گیا ہے، بدگمانی، تجسس، غیبت سے روکا گیا ہے، اور ہر اقدام میں اللہ سے ڈرنے اور قیامت میں مؤاخذہ کے خوف کا ذکر ہے، اسی لئے خاندان، طبقہ کی بنیاد پر امتیاز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سورہ حجرات: ۶-۱۳)

قرآن کریم غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿ و إن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ، ثم أبلغه مأمنه ﴾ (سورہ ۶)۔ قرآن ان کے معبودوں کو برا کہنے سے روکتا ہے: ﴿ و لا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدواً بغير علم ﴾ (سورہ انعام: ۱۰۹)۔ سارے انبیاء کے احترام کا حکم دیتا ہے، اور کسی کی دشمنی کی وجہ سے حق وانصاف کا دامن چھوڑنے سے منع کرتا ہے: ﴿ و لا يجرمنكم شنآن قوم أن صدوكم عن المسجد الحرام أن تعتدوا ، و تعاونوا على البر و التقوى ، و لا تعاونوا على الإثم و العدوان ، و اتقوا الله ، إن الله شديد العقاب ﴾ (سورہ مائدہ: ۲) (ترجمہ: اور ایسا نہ ہونا چاہئے کہ کسی قوم سے جو تمہیں بیزاری اس بنا پر ہے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا تم (اس بیزاری کے باعث) زیادتی کرنے لگو، اور ایک دوسرے کی مدد نیکی وتقوی میں کرتے رہو، اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے)۔ اسی طرح ایثار وقربانی، مہمان نوازی، غریب اور محتاج کی فکر کرنے پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس طرح مسلم سماج اور غیر مسلم سماج کے درمیان میں امن وسکون کا ماحول قائم ہوسکتا ہے، اور اسلام اور مسلمانوں کی نفرت کا ماحول دور ہوتا ہے، پڑوسی چاہے مسلمان ہو، یا غیر مسلم، اس کے بڑے حقوق بتائے گئے ہیں۔ اس کے لئے صرف "جار" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے معنی ہیں کوئی بھی پڑوسی۔ اس طرح غیر مسلم بھی مسلمان سماج میں عدل اور امن کا احساس کرے گا۔ البتہ مسلمانوں اور رشتہ داروں کے حقوق تو اتنی قوت اور شدت سے بیان کئے گئے ہیں، اور عند اللہ مسئول ہونے کی بات کہی گئی ہے کہ اس کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بدگمانی، مکر سے منع کیا گیا ہے، زور سے بولنے سے روکا گیا، کسی بات پر بغیر تحقیق کے کارروائی کرنے سے روکا گیا ہے، اور اختلاف کے موقع پر صلح کو بہت پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ یہ اچھے سماج کے لئے زریں اصول ہیں، جو مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ضروری ہیں

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلیٰ
☆ شمامۃ العنبر ☆ عطر گلاب ☆ روح خس ☆ عطر موتیا ☆ عطر حنا ☆ عطر گل ☆ عطر کیوڑہ،
☆ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر
آئیڈیل پرفیوم سنٹر (پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون: 234445

قائد انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ

علامہ سید سلیمان ندویؒ

ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر، اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے، تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمھارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جد و جہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہؓ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈھو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو، جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی قطر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو، اور کسی حال میں بھی ہو، تمھاری زندگی کے لیے نمونہ، تمھاری سیرت کی درستگی و اصلاح کے لیے سامان، تمھارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ، اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوحؑ، ابراہیمؑ، ایوبؑ، و یونسؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیائے کرامؑ کی سیرتیں ایک جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اخلاق و اعمال کی دُنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکٹ) ہے جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے۔ (ماخوذ از خطبات مدراس)

دعائے مغفرت

جناب ارشد یزدانی کے رشتہ کے ماموں جناب حسین احمد صاحب ندوی نے عالم شباب میں دیارِ غیر دبئی میں داعی اجل کو لبیک کہا ندوہ کے علاوہ جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دلی یونیورسٹی سے بھی انہوں نے استفادہ کیا تھا۔ مرحوم کی موت سے ان کی ضعیف والدین کو جو داغ مفارقت لگا ہے وہ افسوس ناک بھی اور حسرت ناک بھی مگر اللہ رب العزت ہی صبر جمیل عطا فرمانے والے ہیں اس عالم فانی سے عالم بقاء کی طرف جانا سب کو ہے بس اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں انہیں جگہ دے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مولانا الطاف حسین حالی

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت — وہ فخر عرب زیب محراب و منبر — تمام اہل ملّہ کو ہمراہ لے کر
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت — گیا ایک دن حسب فرمان داور — سودشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے — یہ فرمایا سب سے اے آل غالب
کیا چاند نے گھیت غار حرا سے — سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا — کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
مصیبت میں غیروں کی کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا — کہا، گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ — کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ — پڑی ہے کہ لوٹے تمھیں گھات پا کر

خطا کار سے درگزر کرنے والا — بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا — کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا — کہا گر مری بات یہ دل نشیں ہے — تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانیوالا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا — ڈرو اس سے جو وقت ہے آنیوالا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا — وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا — نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا — پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا — کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی — نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جسکی — سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا — حقیقت کا گران کو اک اک بتایا
طبیعت میں جو اُسکے جوہر تھے اصلی — ہوئے سب تھے مٹی میں ملکر وہ مٹی — زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

یہ تھا ثبت علم قضا و قدر میں — کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
کہ بن جائے گی وہ طلا اک نظر میں — وہ دکھلا دیے ایک پردہ اُٹھا کر

اسوۂ رسول اکرم (ﷺ) امت کے لئے مشعل راہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله ، و الصلاة و السلام على خاتم رسله محمد بن عبد الله ، و على آله و صحبه ، و على من والاه .

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور اس میں اپنی دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں متعدد غیر معمولی صلاحیتیں رکھی ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اس زمین پر اپنے پروردگار کی ہدایت کے مطابق نظام قائم کرے، اور اس زمین پر اور اس کے اندر جو طاقتیں اور وسائل اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں، ان کو صحیح طریقہ سے استعمال کرے، جس سے یہ زمین بھی کارآمد بنے اور اس پر رہنے والی مخلوقات کو بھی فائدہ پہونچے، اس طرح وہ اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ خلافت ارضی کی ذمہ داری انجام دے سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے حسب تقاضائے حال انبیاء کو مقرر فرماتا رہا جو لوگوں کو اپنے مالک و پروردگار کے حکم کے مطابق عمل کرنے اور نظام چلانے کی ہدایت کرتے، اور مناسب و نامناسب کا فرق بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نبی دیگر انسانوں ہی کی طرح انسان ہوتے ہوئے اپنے اردگرد کے انسانوں میں مزید اعلیٰ صفات کے مالک ہوتے تھے، تاکہ رب العالمین کی ہدایات پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنے والے لوگوں کی رہنمائی کرنے اور ان کو راہ راست کی طرف لوٹانے کے کام کو اپنے پروردگار کی وحی کی مدد سے زیادہ معتبر طریقہ سے انجام دیں۔

ان نبیوں میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) سارے عالم کے لئے رحمت جامع صفات اور آخر زمانہ تک اثر ڈالے رہنے والے نبی ہوئے، اور وہ اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ ایسی مختلف اور متنوع صفات کے مالک ہوئے جو انسان کے باوجود مخلوق ارضی ہونے کے اس کی عزت و شرف کو ظاہر کرنے والی اور خلافت ارضی کے شایان شان محسوس کی جاسکتی ہیں۔ ایک طرف آپ (ﷺ) میں جسمانی صحت و طاقت اور حسن و خوبی بدرجۂ اکمل پائی جاتی تھی، متوازن اعضاء، ظاہری و باطنی جمال و خوبی، ہمت و شجاعت، اعلیٰ بصیرت، صالح جذبات، احساس و شعور کی لطافت اور قوائے انسانی کے کمالات کے حامل تھے۔ دوسری طرف نسب و حسب اور خاندان کے لحاظ سے بہتر سے بہتر صفات کے حامل تھے۔ تیسری طرف اپنی ہمدردانہ اور کریمانہ صفات اور اپنے اخلاق کی پاکیزگی اور حسن و خوبی کی بنا پر اپنے ہم چشموں میں اور بڑوں اور چھوٹوں میں بڑے قابل قدر اور قابل احترام سمجھے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ آپ (ﷺ) سے اپنے پسندیدہ کام کو جو وہ سابقہ نبیوں سے لیتا رہا مزید اعلیٰ معیار سے اور متنوع اور وسیع و دیرپا سطح سے انجام دلوائے، اس طرح آپ (ﷺ) کا میدان عمل تعلیم و تربیت، تدبیر و انتظام، قیادت و سیاست، انسانی ضروریات و مقاصد کا لحاظ اور انسانی عزت و ناموس کے تحفظ

کے جو تقاضے اور حالات ہو سکتے ہیں وہ سب تھا، اور اسی کی خاطر آپ (ﷺ) کو ایسے تربیتی ماحول اور حالات سے گذارا گیا جن کے اثر سے آپ میں علو ہمت، عزیمت اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت بڑھی، اور اس سے آپ (ﷺ) کے سپرد کئے جانے والے ایسے متنوع کاموں کے لئے آپ (ﷺ) میں مطلوبہ کمالات انسانی کی صلاحیت پیدا ہوئی، اور بڑے کاموں کے لئے انسان کو جسمانی اور ذہنی و عقلی طاقتوں کے علاوہ علم و تعلیم کی جو ضرورت ہوتی ہے تاکہ انسان اپنے کاموں کو زیادہ واقفیت اور بصیرت سے انجام دے سکے، اس کا خود رب العالمین نے خاص اپنی طرف سے انتظام کیا۔ تعلیم کا یہ عطیہ رب العالمین نے اپنے آسمانی ذریعہ سے آپ (ﷺ) کو عطا کیا۔ یعنی آپ (ﷺ) کے لئے استاد کا کام انسانی ذریعہ سے نہیں رکھا، بلکہ وہ کام خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اسی لئے آپ (ﷺ) کے لئے کسی مدرسہ اور انسانی استاد کی ضرورت نہیں رہی، کیوں کہ آپ (ﷺ) کے قوائے جسمانی و عقلی کے پورے کمال کو پہونچنے پر اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ خصوصی علم کا نزول آپ (ﷺ) کی طرف کیا جانے لگا، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر اپنی کتاب عزیز جو مطلوبہ علم کا اعلیٰ نمونہ ہے، حالات کے مطابق بتدریج اتاری، اور اپنے یہاں کے موقر فرشتہ کے ذریعہ آپ (ﷺ) کو جن باتوں کی ضرورت تھی ان کے سلسلہ میں آپ (ﷺ) کو بذریعہ وحی تعلیم فرمائی۔

ان ساری باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے انسان ہونے کے ناطے آپ (ﷺ) کا جو رتبہ بلند تھا، علم الٰہی کی رو سے اس رتبہ کو اور بھی بلند کر دیا، اس طرح آپ (ﷺ) متعلقہ تمام حیثیتوں سے انسان کامل بلکہ انسان اکمل بن گئے۔ پھر آپ (ﷺ) کو ان ساری صفات کے ساتھ ۲۳ سال تک انسانوں میں انسانی معاشرہ کے رہنما فرد کی حیثیت سے رکھا گیا کہ آپ (ﷺ) انسانوں کی زندگی کے تمام پہلوؤں، تقاضوں، ضرورتوں، ذمہ داریوں سے براہ راست عملی واقفیت کے ساتھ اپنے رب کی طرف سے خلافت ارضی کے فریضے کو انجام دینے کے معاملہ میں بہترین مثال اور نمونہ پیش کریں تاکہ آپ (ﷺ) کو دیکھ کر اور آپ (ﷺ) کی باتیں سن کر انسان اپنے درجۂ کمال ملنے پر اس کی ذمہ داری کی انجام دہی میں اپنے رب کی اطاعت کی پوری کوشش کرے۔ فرمایا: ﴿ لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله و اليوم الآخر ، و ذكر الله كثيراً ﴾ کہ تمہارے لئے (اے اللہ کے بندو!) اللہ کے رسول (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ سے امید قائم کرتے ہیں، اور آخرت کے دن (میں بھی خیر کی) امید قائم کرتے ہیں، اور اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

یعنی انسانوں کے کمال انسانی کا جو تقاضہ ہے اور ان کو تعمیل حکم الٰہی کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے اور جس اچھے نتیجہ تک وہ پہونچنا چاہتے ہیں، ان کو اس مقصد میں حضور (ﷺ) کی صفات اور آپ (ﷺ) کی تعلیمات کو نمونہ بنانا ہوگا، اور اس طرح انسان کے لئے جو بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ اس کو حاصل کر سکے گا، اور اپنے کو اس بلند انسانی منصب کے مطابق بنا سکے گا۔ غرض انسان کو انسان کامل بننے کے لئے انسان احسن و اکمل کے نمونہ سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

خطبۂ صدارت

برائے کانفرنس دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش

منعقدہ مراد آباد، بتاریخ ۴؍اپریل ۲۰۰۵ء

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

الحمد لله ، و الصلاة و السلام على خاتم رسله محمد بن عبد الله ، و على آله و صحبه ، و على من والاه .

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بحیثیت دین حق کے مکمل دین کا مقام عطا فرمایا ہے، اور اسی کو سب کے لئے طے فرمادیا ہے، فرمایا: ﴿ إن الدين عند الله الإسلام ﴾ (آل عمران:۱۹) (دین (یعنی دین حق) تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام ہی ہے، اور فرمایا: ﴿ اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام ديناً ﴾ (المائدہ:۳) کہ آج تمہارے لئے (اے انسانو!) تمہارے دین کو میں نے مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام ہی کو اپنی پسندیدگی عطا کردی۔ اس طرح مکمل دین ہونے کا یہ درجہ دوسرے ادیان کے مقابلہ میں صرف اسلام کو عطا کیا گیا۔ پھر مزید یہ کہ اس دین کو مکمل کردینے کے اعلان کے ساتھ اس کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے مذہب کو ان کے پروردگار کی طرف سے دی ہوئی یہ خصوصیت ان کے لئے طرۂ امتیاز کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اس امت اسلامیہ کو نوازا ہے لیکن یہ امتیازی خصوصیت اس امت کے لئے اسی وقت ہے جب وہ اس دین کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرتے ہوں، اور اس نعمت کی صحیح قدر کریں۔ اس نعمت و انعام کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے دراصل اپنے ان بندوں کی نسبت سے کیا ہے جو اس نعمت و انعام کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے، اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کے ان نیک بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی دعاء کرنے کی باقاعدہ تلقین کی گئی، چنانچہ سورہ فاتحہ میں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے یہ آیت آئی ہے: ﴿ اهدنا الصراط المستقيم ، صراط الذين أنعمت عليهم ، غير المغضوب عليهم و لا الضالين ﴾ (سورہ فاتحہ:۵-۶) اے اللہ! ہم کو سیدھی صحیح راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا، ان لوگوں کی راہ پر نہ چلا جن سے تو ناراض ہوا اور نہ ان لوگوں کی راہ پر جو گم کردہ راہ ہوئے۔

تو اس امت کو جو دین ملا وہ رب العالمین کی طرف سے ان کے لئے نعمت اور بڑا انعام ہے، اور اس نعمت و انعام کے حصول کے لئے اس کے مقرر کردہ راستہ پر چلنے کی فکر کرنا ہر ہر فرد کی بڑی ذمہ داری ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک یہ فضل بھی رہا ہے کہ اس امت کو برابر اس بات کی توفیق ملتی رہی کہ اس کے پروردگار کی طرف سے اس کو جو نعمت دین ملی امت کے غیرت مند اور اصحاب عزیمت حضرات اس نعمت کو برقرار رکھنے کی کوشش بھی کرتے رہے، چنانچہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ہم کو یہ بات بار بار دیکھنے کو ملی کہ مسلمانوں نے جب اسلام کے اولین حضرات کی راہ سے بھٹکنے کی خطا کی تو فوراً غیرت مند ایمان والے حضرات کھڑے ہوگئے اور ان کو سمجھا کر بجھا کر صحیح راستہ پر لے آنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ انعام کو ان کے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

اس سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے اور تا قیامت یہ سبق ملتا رہے گا کہ ہم امت کے طور وطریق پر نظر رکھیں اور اس کو اس کے صحیح اور انعام والے راستے سے ہٹنے نہ دیں، یہ سبق ہم کو ہمیشہ سننا اور سنانا ہے، یہ ہمارے ہر غیرت مند اور صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ امت کو اس امتیازی نشان سے اور عزت کے اس مقام سے محروم ہونے نہ دے، اور اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور فکر پیدا کرنے والی بات یہ ہے کہ خاص طور پر ہماری نوخیز نسل جو تازہ تازہ زندگی کی راہ گذر میں داخل ہو رہی ہو اس کو راہ سے بے راہ نہ ہونے دیں، کیونکہ وہ بڑی ہو کر میدان عمل میں جب پہونچے گی تو وہی امت کی جگہ لے گی، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کو اللہ کی نعمت کے حاصل کرنے والوں کے راستے سے ہٹ کر اللہ کی ناراضی والے اور بھٹکنے والے راستہ پر نہ جانے دیں۔

نوخیز نسل اپنے دل و دماغ کے لحاظ سے ایک سادہ تختی اور صاف سلیٹ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی اس تختی اور اس سلیٹ پر جو لکھ دیا جاتا ہے وہ بآسانی لکھ جاتا ہے، اور بتدریج وہ پختہ ہو کر جم جاتا ہے۔ یہ نسل ملک کی جن درسگاہوں سے گذرتی ہے علم و اخلاق کا سبق وہیں سے لیتی ہے، اور وہاں بتائی جانے والی باتوں سے ہی اس کے ذہن اور تصورات کی تشکیل ہوتی ہے، اور وہ درسگاہیں فکر اسلامی اور کردار و ثقافت کے برخلاف ہیں تو وہاں ہمارے دین و عقائد کا وہ پاس و لحاظ نہیں ہوتا جو ہمارے لئے ضروری ہے۔ اس صورت میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی اس نوخیز نسل کو راہ بھٹکنے سے بچائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ امت کے عقیدہ و عبادت کا ہے اور یہ کسی بھی مذہب کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، نوخیز نسل کی ابتدائی تعلیم ہی کے وقت اس کے دینی راستہ کا رخ متعین ہوتا ہے۔ راستہ کا رخ ہی بدل جائے -خواہ بال برابر بدلے- تو وہ کہیں سے کہیں پہونچا دیتا ہے۔ اب ہم جائزہ لیں کہ ہماری نوخیز نسل کے دینی راستے کا رخ کہاں تک صحیح بن رہا ہے، اور جب ہم اس نسل کی باگ ڈور مذہبی زندگی کے راستہ کو غلط رخ دکھانے والوں کے حوالہ کرنے لگتے ہیں تو اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے ہم کو یہ اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ ہمارے ملک کی درسگاہوں میں نوخیز نسل کو پڑھایا جانے والا نصاب تعلیم اور اس کو پڑھانے والے جب اس کے بنیادی حقائق سے ہٹانے والے ہوں تو ہماری یہ مسلمان نسل کیسے ایمان و عمل کے صحیح راستہ پر رہ سکے گی، ملک کے عام اسکولوں میں جس طرح کی تعلیم ہو رہی ہے اور جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے اس کا جائزہ لیجئے اور دیکھئے کہ کیا ہو رہا ہے؟۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان کی انسانیت اس کے ذہن و دماغ اور اس کے جذبۂ عمل اور تصورات کی تشکیل و پرداخت تعلیم کے ذریعہ ہوتی ہے؟ ایسی صورت میں یقیناً اس تعلیم کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہماری نئی نسل کو کیا دیتی ہے اور کس بات سے محروم کرتی ہے۔

اس کے لئے ہمارے دانشور حضرات جتنی فکر کریں گے اتنا ہی معاملہ قابو میں لایا جا سکے گا، اور ہم اپنی نئی نسل کے اعتقادات اور ذہنی رجحانات کو ان کی اسلامی بنیادوں پر قائم رکھ سکیں گے، لیکن ہم کو یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارے دانشوروں میں اس فکر کی بڑی کمی نظر آ رہی ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے شروع ہونے پر اکثریت کے متعصبانہ جذبات رکھنے والوں نے ہندی کو قومی زبان بنانے کی فکر کے ضمن میں اردو کو میدان زندگی سے باہر کردینے کی بھی کوشش کی اور ہم اس کوشش کا مقابلہ صرف مذمت کے الفاظ کے ذریعہ کرتے رہے، ہمارے الفاظ فضا میں تحلیل ہو کر ختم ہوتے رہے اور ہماری نئی نسل کا ۸۰-۸۵ فیصد حصہ اردو کی شناخت سے محروم ہو گیا اور اس طرح اردو اپنے اصل گہوارہ یعنی شمالی ہند کے حلقوں میں بھی ختم کے قریب پہونچ گئی۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ زبان کا تعلق مذہب اور کلچر سے گہرا تعلق ہوتا ہے، اور اردو زبان جس میں ہمارا بڑا مذہبی سرمایہ ہے اور ہمارے اسلامی کلچر کی وہ نمائندہ ہے اس کے ختم ہونے سے ہماری مذہبی بنیادیں کمزور اور ہمارے کلچر کی قدریں غیر معروف ہوتی جا رہی ہیں، اور مزید افسوس کی بات یہ ہے اس کی جگہ ہمارے مذہب کے عقائد و عبادات کے برخلاف قائم ہونے والی قدریں ہماری نئی نسلوں کے ذہنوں میں جگہ پاتی جا رہی ہیں۔ اس طرح زبان بدلنے سے اس سے وابستہ مذہب و ثقافت کی قدریں بھی بدل رہی ہیں۔

مسلمان اس ملک میں اقلیت میں ہیں، خواہ ان کی تعداد کتنی بڑی ہو، لیکن بہر حال وہ اقلیت میں ہیں، کسی بھی ملک کی اقلیت کو خواہ دستور کتنا بھی سہارا دیتا ہو، خود اقلیت کو زیادہ سے زیادہ فکر کی ضرورت پڑتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو اقلیت کو اپنی امتیازی خصوصیات سے محروم ہو جانا پڑتا ہے، اور وہ دوسروں کے عقائد اور تہذیبی اقدار کی غلامانہ تابعدار بن کر رہ جاتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس ملت کے رہنماؤں نے مسلمانوں کے مختلف ادوار میں عام طور پر اپنی بنیادی قدروں کی حفاظت کرنے کے سلسلہ میں بے حسی اختیار کرنے سے گریز کیا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا مذہب دوسرے مذاہب میں گھل کر اپنی ہیئت بدلنے سے محفوظ رہا ہے۔ لیکن ہمارے اس ملک میں امت اسلامیہ کے دانشوروں میں اس سلسلہ میں جس قدر احساس ہونا چاہئے وہ نہیں پیدا ہو سکا ہے، یہ ایک بہت بڑے خطرہ کی علامت ہے۔

حضرات! دینی تعلیمی کونسل کے اولین رہنماؤں نے اس اہم مسئلہ کو بڑی توجہ دی تھی اور اس کے لئے کونسل قائم کی جس نے جگہ جگہ جلسے کئے اور توجہ دلائی اور مسلمان بچوں کے دین و ایمان کو بچانے کے لئے مکاتب دینیہ کا جال بچھا دیا۔ آپ کے اسی مراد آباد میں کونسل کے اجلاس میں جو یہاں آج سے بارہ سال قبل منعقد کیا گیا تھا کونسل کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو خطبہ دیا تھا اس سے ایک اقتباس میں پیش کرتا ہوں، اس کو سن کر آپ اس مسئلہ کی اہمیت مزید محسوس کریں گے:

"اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے معابد و مساجد اور روح و جسم کے رشتہ کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ کسی حکومت کی امداد کا انتظار نہیں کرتے، اس کے لئے ان کو مساجد میں وعظ و تلقین، گھروں میں اصلاح و تربیت اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے ان کو سارے ملک میں صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلہ محروم نہ رہے۔

اس سلسلہ میں قدرتاً تین کام اور ضروری ہیں، ایک ایسے نصاب کی ترتیب جو بچوں کی دینی ضروریات اور ضروری معلومات پر حاوی ہو، بہترین

تعلیمی اصول اور تجربات اور بچوں کی نفسیات کے مطابق لکھا گیا ہو، اور مسلمانوں کی اکثریت کے لئے قابل قبول ہو۔ دوسری ضرورت اساتذہ کی فراہمی اور ان کی تربیت کی ہے، جو اس نصاب کو کامیابی، دلچسپی اور ذوق و خلوص کے ساتھ پڑھا سکیں۔ تیسرے اردو زبان کی تعلیم، جو دینی معلومات اور اسلامیات کے مطالعہ کا سب سے آسان ذریعہ ہے۔

حضرات! قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں، آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آسکتی ہے، اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی، وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے، اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پیغمبر کو، اور اپنے عقیدہ اور فرائض دینی کو پہچان سکیں، خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے۔ اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی ترغیب، کوئی مصلحت، کوئی تعزیر ہم کو اس صراط مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی، اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کرسکتی"۔

(ماخوذ از خطبۂ صدارت علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس، مرادآباد، صفحہ ۱۳-۱۴)

ہم کو دینی تعلیمی کونسل قائم کرنے والوں کا بہت بہت شکر گذار ہونا چاہئے کہ انہوں نے بروقت اس کی فکر کا آغاز کیا، پھر یہ ادارہ قائم کر کے ملک میں نافذ تعلیمی پالیسی اور نصاب تعلیم کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیکر دانشوران امت کو متوجہ کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

اس شہر کے فرزندان ملت اسلامیہ اس بات سے ناواقف نہیں۔ یہاں ماضی میں اس کونسل کے کئی اجلاس منعقد ہوئے۔ ایک اجلاس ۲۴ سال قبل منعقد ہوا تھا، پھر دوسرا اس کے ۱۲ سال بعد منعقد ہوا تھا۔ دونوں کے خطبۂ صدارت میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سامعین کو جھنجھوڑا تھا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی فکرمندی کی مثال دیتے تھے کہ باوجود اس کے کہ وہ نبی تھے، اور ان کے والد سیدنا اسحاق علیہ السلام اور دادا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نبی تھے، نبیوں کا خاندان تھا، ان کو اپنے بیٹوں کے متعلق بڑی حد تک اطمینان رہا ہوگا کہ نبیوں کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے، دین و دعوت حق کے ماحول میں پلنے والے یہ بچے دین پر ثابت قدم اور گمراہی سے محفوظ رہیں گے، لیکن پھر بھی اپنی وفات کے قریب اس کا اطمینان کر لینا چاہا اور ان کو جمع کر کے دریافت کیا کہ میرے جگر پارو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ اور پوچھنے میں "کس کی" کے لئے وہ لفظ اختیار کیا جس میں انسان، جانور اور شہر ہر چیز آجاتی ہے، ان کی طرف سے ایسا لفظ استعمال کرنا اس لئے بھی تھا کہ انسان جب اپنے واحد پروردگار کی عبادت میں کمزور پڑتا ہے تو پھر کوئی بھی مخلوق ہو، اگر اس سے نفع یا نقصان کا تصور ہوتا ہے تو اس کے سامنے جھکنے لگتا ہے، اور اس سے مرادیں مانگتا ہے۔ ہمارے ملک میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں اور عام ماحول بھی اسی طرح کا ہے، ایسے میں ہم کو اس سے زیادہ فکر ہونا چاہئے جتنی ان لوگوں کی تھی جن کے بچے اپنے دینی ماحول میں ہی پل اور بڑھ رہے تھے، افسوس یہ ہے کہ ہم سے اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔

حضرات! ہندوستان کے مسلمانوں کی نئی نسلیں عقیدہ و عبادت کے سلسلہ میں بڑے خطرہ سے دوچار ہیں، ایسی صورت میں ہماری بے حسی بہت ہی سنگین غلطی شمار کی جاسکتی ہے، ہم کو اپنے بچے کے دنیاوی مستقبل کے لئے تو اتنی فکر ہوتی ہے کہ دنیاوی لحاظ سے بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید تر انتظام کی طرف توجہ دیتے ہیں، اور اس کے لئے ایک ایک بچہ کی تعلیم پر ہزاروں روپیہ ماہانہ خرچ کرتے ہیں، لیکن اس کی مذہبی سلامتی اور عقیدۂ توحید کے اس میں محفوظ رہنے کے سلسلہ میں جو خطرات ہیں ان سے اس کو بچانے کے لئے ہم کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہم میں سے بہت سوں کی اپنی ذاتی دینداری بجا اور اللہ و رسول (ﷺ) سے وفاداری اور تابعداری اپنی زندگی میں بہت خوب ہے، لیکن قیامت کے روز جب بچے اپنی بددینی کی ذمہ داری اپنے والدین پر ڈالیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ سے دریافت کرے گا کہ تمہارا خود دیندار ہونا کیسا تھا کہ تم نے اپنے بچے کے دین کو نہیں بچایا؟ تم نے اس کی صحت پر اور بیماریوں سے بچانے کے لئے کیا کچھ نہ کیا!! لیکن عقیدہ کی بیماری اور دینی صحت کے بچانے کے لئے تم نے کیا کیا؟ تم کو قیامت کے روز کی جواب طلبی کا بھی خیال نہیں ہوا؟۔

محترم حضرات! یہ معاملہ معمولی نہیں ہے، بہت ڈرنے کا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: ﴿کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ﴾ کہ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے متعلق سوال ہوگا، اس طریقہ سے ماں اور باپ پر اپنے بچوں کے خیر و شر کی فکر کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿یا أیھا الذین آمنوا قوا أنفسکم و أھلیکم نارا وقودھا الناس و الحجارۃ﴾ (سورہ تحریم:۶) کہ اے

ایمان والو! خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ آگ سے بچانے کا مطلب آگ میں لیجانے والی باتوں سے بچانا ہے، کیا عقیدۂ توحید کی خرابی اور خدائے واحد کے سوا کسی اور کی عبادت آگ میں لیجانے والی بات نہیں ہے!!!۔

ہم کو اگر صحیح احساس ہو اور ہم غور کریں تو ہم کو بخوبی یہ اندازہ ہوجائے گا کہ ہم بڑے خطرہ کو نظر انداز کر رہے ہیں، اور وہ خطرہ ایسا خطرہ ہے جو ہماری آنے والی نسل کو اس کی اسلامی خصوصیت سے محروم کرسکتا ہے، اور اس کی سب سے قیمتی دولت یعنی اپنے مذہب کی بنیادی صفت سے عاری بنا سکتا ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کے قائم کرنے والوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے عقیدہ و عبادت کے سلسلہ میں ملک کے نصاب و نظام تعلیم میں نقصان رساں اور اسلامی ذہن کو بگاڑنے والے رجحان کو جب دیکھا تو وہ بے چین ہوگئے اور اس کے تدارک کے لئے جو وہ کرسکتے تھے، اس کو انہوں نے شروع کردیا، جگہ جگہ جلسے کئے، بنیادی دینی تعلیم کے لئے گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ مکاتب قائم کئے، اخراجات کی دشواری کا یہ حل نکالا کہ گھر گھر سے چٹکی آٹا نکالنے کا سلسلہ قائم کیا۔ اس طرح ہزاروں ہزار مکاتب قائم ہوگئے، یہ کام بستی کے دردمند اور ملی جذبہ سے سرشار قاضی عدیل عباسی کی توجہ سے شروع ہوا، وہ انجمن کے جنرل سکریٹری ہوئے اور تاحیات اس کام میں لگے رہے۔ ان کے ساتھ علماء میں مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی بحیثیت صدر انجمن کے اور مولانا محمد منظور نعمانی اہم رفیق کار کے طور پر اور دیگر ملی جذبہ رکھنے والے مخلصان قوم ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی جو قاضی صاحب کی وفات پر انجمن کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، اور ان کے رفقاء میں وکیل ظفر احمد صاحب صدیقی اور انجمن کے آغاز ہی کے وقت سے قاضی صاحب کے دست راست مولانا محمود الحسن صاحب عثمانی رہے جنہوں نے انجمن کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی فکرمندیاں اس کام پر صرف کیں۔

اس طرح یہ انجمن ملت کی نئی نسل کے دین کے تحفظ کا اہم کام انجام دینے کے لئے اپنے حاصل شدہ ذرائع سے کام لیتی رہی لیکن اس انجمن کے اس کے بعد کے سفر میں بار بار یہ محسوس ہوتا رہا کہ اس خطرہ کے علاج کی اہمیت اور ضرورت کا احساس ابھی کم لوگوں کو ہوسکا ہے، حالانکہ اس خطرہ کے اثرات ان کے سامنے برابر آرہے ہیں، اور ملت کی نوخیز نسل کے ذہن، عقیدۂ دینی اور استحقاق عبادت کے سلسلہ میں اسلامی حدود سے ہٹنے کی مثالیں بھی سامنے آرہی ہیں۔

ہمارے یہ جلسے دراصل مسلمانوں میں اس سلسلہ کا صحیح احساس ابھارنے کے لئے ہوتے ہیں، آپ کے مرادآباد میں کئی بار یہ جلسہ ہوا اور آج پھر ہو رہا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ یہ شہر جو متعدد اسلامی خصوصیات اور توجہات میں پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا رہا ہے، اس خاص اور اہم مسئلہ میں کس قدر دلچسپی کا ثبوت دیتا ہے۔ ہم اچھی امیدیں لیکر آپ کے یہاں آئے ہیں، آپ کو ان امیدوں کو پورا کرنا ہے، جس کی آپ پر ملی اور دینی دونوں طور پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

☆☆☆

امام بخاریؒ کی
"الأدب المفرد"
کی اردو میں شرح و ترجمانی
"ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں
نظامِ معاشرت (جلد دوم)"
از
حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیمات، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،
پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ
الحمدللہ زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے اور بازار میں دستیاب ہے
ملنے کا پتہ:
مکتبہ ابوالحسن علی
۳۱۸۲، اردو بازار، جامع مسجد
دہلی-۱۱۰۰۰۶

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز
چشمہ ساگر
ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے
Auto Refractor Meter AR-860
فوٹوکرائک ☆کونٹیکٹ لینس ☆بائی فوکس ریڑی لینس
فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)
۲۱۲، معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

افتتاحیہ خطبہ

خدانخواستہ اگر ہم دین سے دور ہو گئے تو ہم بکھر کر رہ جائیں گے

علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۴؍اپریل ۲۰۰۵ء

میں جناب سید حامد کا ایک دردمندانہ خطاب

میں اس عزت افزائی کے لئے ہمہ امتنان ہوں کہ مجھے اس کانفرنس کے افتتاح کے لئے یاد کیا گیا۔ میں دینی تعلیمی تحریک کے خادموں میں اپنا شمار کرتا ہوں۔ حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ ازراہ کرم مجھے دینی تعلیمی کونسل کی کئی سالانہ کانفرنسوں میں شرکت کا موقع دیتے رہے۔ آپ حضرات واقف ہوں گے کہ آزادی کے بعد ہماری ریاست ہر اعتبار سے پچھڑ گئی اور جنوبی ہند میں رہنے والے یہاں کے مسلمانوں کو غایت پسماندگی کے باعث نگاہِ تحقیر سے دیکھنے لگے۔ آپ نے کبھی غور کیا کہ شمالی ہند کے مسلمانوں کی بالعموم ترقی اور یوپی کے مسلمانوں کی بالخصوص پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے۔ یہ وجہ تعلیم کی طرف سے غفلت ہے۔ انسان کے جوہر، تعلیم سے ہی کھلتے ہیں۔ تعلیم سے ہی شخصیت بنتی ہے، سنورتی ہے، مضبوط ہوتی ہے اور مخالفتوں اور رکاوٹوں پر غالب آتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس قوم نے، جس زمانہ میں بھی ترقی کی ہے، وہ علم کی بدولت کی ہے۔ علم سب سے بڑی دولت ہے۔ کتنی بڑی محرومی، کیسی بدقسمتی ہوگی، اگر ہم علم حاصل نہ کریں، نہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں۔ تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے کہ ہماری اپنی تعلیم کا سروسامان نہ ہوسکا، اس کی شاید غالب ذمہ داری ہم پر نہیں ہے لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلائی، تو ہم حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور ایک مجرم کی حیثیت سے کھڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ ہم سب حساب روز جزا کے قایل ہیں۔ حق تعالیٰ ہم سے سوال کرے گا کہ ''ہم نے اولاد کی شکل میں تم پر اپنی سب سے بڑی نعمت نازل کی، ہم نے اپنی گرانقدر امانت تمہیں سونپی، تاکہ تم ہماری امانت کو جان سے زیادہ عزیز رکھو، اپنے بچوں کو بہترین تعلیم اور تربیت دو تاکہ ان کی ساری صلاحتیں بروئے کار آسکیں، ان کی شخصیت پوری تابانی کے ساتھ ارتقاء کی منزلیں طے کر سکے۔ غور کرو تم نے ہماری بیش بہا امانت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ تم نے اس میں خیانت کی بچوں کو تم بہتر سے بہتر تعلیم دے سکتے تھے لیکن تم نے ان کی تعلیم میں شرمناک بخل کیا۔ وہ روپیہ جو تمہارے بچوں کی تعلیم اور تربیت میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ چٹورپن، نمایش، پُرخوری، فضول خرچی، شادی بیاہ، منگنی وغیرہ پر ضایع کر دیا۔ وہ رقم جس سے تمہارے بچوں کی شخصیت بنتی، ان کے عادات واطوار سنورتے، وہ ان کو فضول خرچی سکھانے اور بگاڑنے میں لگا دی گئی۔ یہ وبا عالمگیر ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس وسایل نہیں ہیں وہ قرض لیتے ہیں، زمینیں بیچتے ہیں اور شادیوں پر اس لئے صَرف کرتے ہیں کہ شہر یا محلہ میں ان کی سبکی نہ ہو۔ تم میں سے جو لوگ مالدار ہیں، صاحبِ ثروت ہیں وہ اپنی دولت مندی کی بیجا نمایش کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ روپئے کو بری طرح پھونکتے ہیں، تمہیں اس فضول خرچی سے کیا ملا۔ سوائے اس کے کہ تم نے ہمارے ان بندوں کا جن کے پاس دولت نہیں ہے دل بُری طرح دکھا دیا۔ تم نے اپنے بچوں کی جیب بے جا لاڈ کے تحت اس وقت بھر دی جب وہ روپے کا صحیح مصرف نہیں جانتے تھے، جب انہیں دولت کے درست استعمال کا شعور ہی نہیں تھا۔ تم نے ایسے وقت میں انہیں عیش وآسایش کا عادی بنا دیا جب انہیں محنت، سادگی اور جانفشانی کی تربیت دینی چاہئے تھی۔

حضرات! غور کیجئے جب روزِ حشر یہ سوال آپ سے کیا جائے گا تو آپ کیا جواب دینگے۔ آپ میں سے ان لوگوں کا اس وقت کیا حشر ہوگا جو شادی اور ان کی مختلف رسموں کو روپیہ پھونکنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، جو انتہائی بے دردی سے اور بہت بھونڈے طریقے سے دولت کی نمایش کرتے ہیں اور اس نمایش کی وجہ سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کو ضروری وسایل سے محروم کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب یہ سوال کریگا کہ ''تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو تعلیم دلائی لیکن تمہارا مقصد صرف یہ تھا کہ تمہارا بچہ روزی کما سکے، کشایش اور آسایش بلکہ عیش وعشرت کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ لوگ اس کی دولت اور شاہ خرچی کو دیکھ کر اس پر رشک کریں لیکن کیا کبھی تمہیں اس کی فکر لاحق ہوئی کہ اسے ایسی تعلیم دلائی جائے جو؟ اس کو صحیح چال چلن سکھائے گی، اسے یہ احساس دلائے گی کہ پروردگار نے اسے پیدا اس لئے کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے بندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں ان اخلاقی برائیوں سے بچے رہیں جن کا نام جھوٹ، فریب، عداوت، حسد، غیبت، بہتان، بدنگاہی، بدنہادی، ہوس، طمع، خودغرضی ہے۔ تم جو اپنے بچوں کو برائی کی راہ پر ڈال دیتے ہو کیا تم اس کے لئے مطمئن تھے، اور اگر تھے تو کیوں، کہ تم نے ان کی پرورش کا حق ادا کر دیا۔''

اگر یہ سوال تم سے کیا گیا کہ ''تم میں سے جو

لوگ بچوں کو اسکولوں میں تعلیم دیتے ہیں کیا ان کا فرض اسکولوں میں نام لکھا دینا اور فیس جمع کر دینا ہے۔ تم مڑ کر یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ تمہارا بچہ پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ اسکول کا کام کرتا بھی ہے یا نہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ والدین کی نگرانی اور احتساب کے بغیر نہ تعلیم اچھی مل سکتی ہے، نہ تربیت۔ تم نے اپنے بچے کی سبق فہمی سے روگردانی کر کے بڑا ظلم کیا ہے، بڑی زیادتی کی ہے، وہ تعلیم میں پچھڑتا چلا گیا اور تمہیں آہٹ تک نہ ہوئی۔

ظواہر مذہب کی پابندی کے بعد آپ نے ہوس کی ہمراہی کے لئے خود کو آزاد سمجھ لیا۔ خالق ارض وسماء روزِ حشر جب آپ سے پوچھے گا کہ ''تم نے اپنے عمل پر عقیدہ اور عبادت کا سایہ بھی نہ پڑنے دیا۔ رہنمائی کے منابع تمہاری دسترس میں تھے اور تم نے گمراہی اختیار کی، ہوس کا اتباع کیا اور گناہوں میں لت پت ہو گئے۔ تم نے اس طرح دین کو بدنام کیا، تو جواب کیا بن پڑے گا۔ ہم نے اپنے محبوب رسول آنحضرت ﷺ پر دین کا اتمام کیا تاکہ آپ کی امت عالم کے لئے رحمت بن جائے۔ خلق خدا کی خدمت، رواداری اور خوش اندیشی سے وہ جانی جائے، پہچانی جائے۔ لیکن تم نے خلقِ خدا سے منہ موڑ لیا۔ اس کی خدمت اور اصلاح کا جو فریضہ تم پر عاید کیا گیا تھا اسے تم نے بالکل بھلا دیا۔ اس دین کو جس کی خدمت اور اصلاح کا جو فریضہ تم پر عاید کیا گیا تھا اسے تم نے بالکل بھلا دیا۔ اس دین کو جس کی وسعت ساری کائنات کا احاطہ کرتی ہے، تم دن بہ دن تنگ کرتے چلے گئے۔ اس کو تم نے اس قدر سکیڑ دیا، سمٹا دیا کہ وہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔ تمہیں ایک عالم کے لئے مثال بننا تھا۔ ہوا کیا، ایک عالم تم سے گریز کرنے لگا، تمہیں نگاہِ تحقیر سے دیکھنے لگا۔

آپ کے درمیان میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے جہاں تک عبادات کا تعلق ہے ان کی پابندی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپ نے اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کی کہ وہ سچائی اور حسن اخلاق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں، مذہب کی ہدایات سے بھی آپ نے انہیں آگاہ کر دیا لیکن خود آپ کے قول اور فعل کے درمیان ایک بہت چوڑی خلیج حایل رہی۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں، دکھانے کے اور۔ آپ نے تو خیر بری بھلی زندگی گزار ہی لی لیکن کبھی سوچا کہ آپ کی روش کا آپ کے بچوں پر کیا اثر پڑا۔ آپ کا احترام ان کے دل سے اٹھتا چلا گیا بلکہ نصائح اور ہدایات ان کے لئے بے اثر ہو گئیں۔ اور آگے بڑھئے۔ اخلاقی قدروں کی وقعت بھی ان کے دل سے زایل ہوگئی۔ پروردگار آپ سے دریافت کرے گا کہ تم نے قول وفعل کے تضاد کی مثال سے اپنے بچوں کو گمراہ کیوں کر دیا اور ان کے دل سے بڑوں کی عزت کے جذبہ کو شہر بدر کیوں کر دیا'' تو آپ کیا جواب دیں گے۔

سوال وجواب کا یہ خجالت آور سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ کیا خلاق کائنات ہم سے یہ نہیں پوچھے گا کہ اس دین کو جس کی بنیاد توحید پر ہے کیا تم نے فرقوں اور مسلکوں میں بانٹ کر ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر دیا۔ مسلکوں کے فروعی اختلافات کو تم نے اتنا بڑھا دیا کہ ایسا لگنے لگا کہ یہ سب الگ الگ ہیں تو وہ کدورت اور عداوت اور کبھی کبھی خونریزی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ امت میں افتراق تم نے کیوں پھیلایا، خودکشی کا سروسامان آخر تم نے کس لئے کیا۔''

ہم نے تمہیں مساوات اور اخوت کے لئے مثال بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ اخوت کی بات ہو چکی، مساوات کا تم نے یہ حشر کیا کہ کچھ لوگ اشراف بن بیٹھے اور باقی جن لوگوں کے ہاتھ میں ہنر تھا اور جو محنت کی کمائی کھاتے تھے انہیں خود سے نیچا سمجھنے لگے۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اسلام کو تم سرتاسر بھول گئے۔ تمہیں فرقے یاد رہ گئے، مسلک یاد رہ گئے، برادریاں یاد رہ گئیں۔'' گریباں میں منہ ڈالئے اور سوچئے کہ ان سوالوں کا کوئی جواب ہمارے پاس ہے بھی؟

ساری گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیں تعلیم کے ذریعہ جہالت کو دور کرنے کے جتن کرنے چاہئیں اور ان برائیوں کو جو ہمارے اندر جہالت کے باعث سرایت کر گئی ہیں ترقی، خوشحالی اور پاکیزگی کی راہ سے ہٹا دینا چاہئے۔ بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر وہ روش، ہر وہ عادت جو ہمارے اندر پھوٹ ڈالتی ہے، ہمیں ٹکڑوں میں بانٹتی ہے یکقلم ترک کر دی جائے۔ ہمارے بچوں کو بہ یک وقت دینی اور عصری تعلیم، دونوں کی شدید ضرورت ہے۔ دینی تعلیم کے نصاب میں بعض اہم عصری مضامین کو شامل کر لیا جائے تاکہ طلبہ کو، جنہیں آگے چل کر کسی نہ کسی عنوان سے دعوت کا کام کرنا ہے حالات حاضرہ اور جدید دور کے مسایل سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو جائے۔ دین کے متعلق انگریزی اور اردو میں بہت اچھی کتابیں دستیاب ہیں۔ ہر گھر میں ایسی کتابیں طلبہ کی دسترس میں ہونی چاہئیں۔

جہاں تک ممکن ہو، مدارس کے نصاب میں جدید مضامین اور عصری آگہی کو شامل کیا جائے۔ اگر مدارس کے طلبہ زمانے کی روش وحالات سے بالکل ناواقف رہے اور زمانے کی تیز رفتاری کے ہم قدم نہ ہو سکے، تو نہ تو وہ دین سے کما حقہ، واقفیت حاصل کر سکیں گے کہ دین کو جو کہ زندگی کا دستور ہے ہر آن بدلتی ہوئی زندگی سے دور نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے اپنے دین کی بابت تشفی بخش گفتگو کر سکیں گے۔ ہم فی زمانہ ہی اس حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ آگے چل کر خدانخواستہ حالت اور ابتر ہو جائے گی۔ مدارس کے دینی نصاب میں دعوت کے تقاضوں کے لحاظ سے موثر تبدیلی کرنی

چاہئے۔

یہ بات بہر حال ہمارے طلبہ کے ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ اسلام زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ ہے جو توحید، رسالت، راست روی، ایمانداری، خدمتِ خلق، اعتدال، توازن اور تناسب پر زور دیتا ہے اور ظاہر کو باطن، عبادت کو عقاید اور عقاید کو اعمال سے الگ کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ وہ ہدایت کرتا ہے سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی۔ وہ ذہن نشین کر دیتا ہے یہ بات کہ ہمیں اپنے ہر کام کا حساب دینا پڑے گا۔ اس کے علاوہ طلبہ کو اسلام کی تاریخ سے روشناس کرانا چاہئے۔ جو انقلاب برپا کئے ہیں ان سے بھی ہمارے دینی طالب علموں کو ناواقف نہ رہنا چاہئے۔ ٹیکنالوجی نے جو سہولتیں فراہم کی ہیں اور اس کے عقب میں اخلاقی برائیاں آئی ہیں۔ ان سے بھی بحث ہونی چاہئے۔ ایک مقولہ ہے کہ علم طاقت ہے، دیر پا توانائی علم سے ہی آتی ہے۔

زمانہ کی رفتار کچھ ہے کہ جو گروہ بھی جاہل یا ناواقف رہ گیا وہ تیز رو کاروانِ زندگی کے پانو تلے کچلا جائے گا۔ ہم یہ کہہ کر نہیں بیٹھ سکتے کہ ''زندگی دنیا اور دین دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ دین کی ذمہ داری علماء دین پر ہے، دنیا کی عصری علوم کی ذمہ داری ان کے ماہرین پر''۔ یہ تقسیم سراسر بناوٹی ہے، اسلام بہر حال اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ تخصیص کی البتہ اجازت ہے۔ ہمارے ارباب علم میں سے کچھ عصری علوم میں تخصیص کریں اور کچھ دینی علوم میں۔ لیکن دونوں کو ایک دوسرے کی اقلیم آگہی سے جو زندگی پر محیط ہے، واقفیت ہونی چاہئے۔

لہٰذا اگر ہم تعلیم دین کو فرسودگی اور پسماندگی سے بچانا چاہتے ہیں اور اس میں تیزی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں طریق تدریس کو بدلنا ہوگا۔ گزشتہ چار سو سال میں جو تبدیلیاں طریق تدریس میں رونما ہوئیں دینی تعلیم کو ان کے فوائد سے محروم رکھنا بہت بڑی زیادتی ہوگی، طلبہ اور اساتذہ دونوں کے ساتھ۔

طریق تدریس میں تازہ ترین اصلاحات کو شامل کرنا اتنا ہی بڑا اور پیچیدہ کام ہے جتنا یہ اہم اور ضروری ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو خسارہ ہی ہے۔ یہ توجہ اور وسایل کی طالب ہوں گی۔ تعلیم سے دماغ کے چاروں طبق روشن ہو جانے چاہئیں، جستجو کے دروازے کھلنے چاہئیں، ذہن پر جلا ہونی چاہئے، نظر میں وسعت آنی چاہئے۔

دینی تعلیمی کونسل نے اپنے نظام تعلیم میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ بچے بہ یک وقت دینی اور عصری تعلیم حاصل کریں۔

دینی تعلیم کی تحریک کے لئے مٹھی بھر آٹے کا اعجاز دیکھئے کہ یہ تحریک یوپی کے مشرقی اضلاع میں ہر طرف پھیل گئی یوپی کے اور اضلاع بھی بالآخر اس میں شریک ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کے تاریخ ساز لائحہ عمل کے لئے ایک تاریخ ساز صوبائی کانفرنس ضلع بستی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس موقع پر مولانا منظور نعمانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ ''نصاب تعلیم کی کتابوں میں ہندوانہ عقاید و خیالات اور ہندو تہذیب و روایات کی اشاعت کی جارہی ہے۔ شرک اور کفر سے اپنے بچوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں نے دینی تعلیمی تحریک شروع کی ہے۔'' صوبائی کانفرنس میں ہر مسلک کے نمایندہ اکابر علماء نے شرکت کی۔ اس نے موٹے طور پر دو اہم فیصلے کئے:

(الف) سرکاری نصاب کی اصلاح کے لئے حکومت پر متواتر آئینی انداز سے زور ڈالنا اور اسے صحیح معنی میں سیکولر بنانا (ب) دینی تعلیم کا وسیع اور ہمہ گیر نظام پوری ریاست میں پھیلانا۔ اس مہم کے تحت مندرجہ ذیل چار کام کئے جائیں:

(۱) ہر دینی مدرسہ کے ساتھ پرائیمری درجے کے ایک مکتب کا قیام جس میں بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ وہ اہم مضامین بھی پڑھائے جائیں جو سرکاری اسکولوں کی ابتدائی تعلیم میں شریک نصاب ہیں۔

(۲) اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کے ساتھ ابتدائی تعلیم کے معیاری اسکول کا قیام۔

(۳) ابتدائی تعلیم کے اسلامی مکتب محلہ محلہ اور گاؤں گاؤں قایم کئے جائیں۔

(۴) جو مسلمان بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے رہ جائیں ان کے لئے محلہ کی مسجد یا کسی دوسری جگہ قرآن مجید اور بنیادی دینیات کی تعلیم دی جائے۔

ابتدا سے ہی دینی تعلیمی کونسل کی صدارت اور قیادت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ کے مؤثر اور عہد آفریں ہاتھوں کو سونپی گئی اور ان کے آخری دم تک ان ہی ہاتھوں میں رہی۔

انسانوں کی طرح جماعتیں اور تحریکیں بھی عروج، اضمحلال اور زوال سے دوچار ہوتی ہیں۔ دینی تعلیم کی تحریک جو آزاد ہندوستان کی یک گونہ ہمعصر ہے، ابتدائی جوش و خروش کے بعد کہیں کہیں کچھ مضمحل نظر آنے لگی۔ نہ تو حسب دلخواہ اس کی توسیع ہو سکی، نہ ان اضلاع میں سے بعض میں جنہوں نے اسے قبول کیا تھا وہاں اسے ضروری تنظیم اور تقویت حاصل ہو پائی۔ باوجود اس امر کے کہ مغربی اضلاع میں دینی تعلیم نے ان اضلاع میں کوئی خاطر خواہ پیشرفت نہیں کی۔ یہ بات یقیناً حسرت ناک اور حیرت انگیز ہے۔ وسایل کی تو یہاں کمی نہیں، پھر کیا بعض جگہ جذبہ کا فقدان ہے جو بے دلی اور بے حسی کا ذمہ دار ہے۔ ہم سب کو اپنے گریباں میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہئے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ ۱۳ سال ہوئے مراد آباد میں دینی تعلیمی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اتنے طویل وقفے کے بعد ہم پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ خدارا محسوس کیجئے کہ وقت کتنا نازک ہے۔ مسلمان ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں، ایک طرف خارجی خطرات ہیں دوسری طرف داخلی انتشار۔

خارجی خطرات میں ایک بڑا خطرہ وہ ہے جسے تہذیبوں کے ٹکراؤ کا نام دیا گیا ہے اور جس کی بہیمانہ ترجمانی امریکہ کے صدر بش کر رہے ہیں۔ اسلام اور دہشت گردی کو ان ظالموں نے مترادف قرار دے دیا ہے اور خدانخواستہ اسلامی ممالک کی تباہی اور اسلام کے استیصال کی ٹھان لی ہے۔ دوسری طرف عالمی تہذیب کا سیلاب ہے جو تمام ملکوں کو عریانی، فحاشی، بے راہ روی میں غرقاب کر رہا ہے۔ ہمیں ان دونوں خطروں کا مقابلہ کرنا ہے۔ عیسائی ممالک کی یورش اور بے حیائی کا طوفان، تیسرا بڑا خطرہ ہندو توا کا ہے جو وطنِ عزیز میں ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر رہا ہے۔ یہ لوگ اس کے درپے ہیں کہ مسلمان اپنے دین اور روایات کو ترک کر دیں اور کلچرل قومیت میں ضم ہو جائیں۔

ایسی صورت حال میں توقع یہ کی جاتی تھی کہ ہم خواب غفلت سے چونک کر اٹھ بیٹھیں گے اور اپنے معاشرہ میں دین کی بنیادوں کو مضبوط کر دینگے۔ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو پہلی ترجیح دیں گے۔ لیکن ہو رہا ہے اس کے برعکس۔ کیا ہم نے ہتھیار ڈال دئے ہیں، کیا مایوسی نے ہمیں مغلوب اور معذور کر دیا ہے؟ خدارا ذرا دیر کے لئے بھی ہمت نہ ہاریئے، یہ نہ سوچئے کہ حالات اتنے بگڑ گئے ہیں اب کسی کے سنبھالے نہ سنبھلیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ سنبھلنے میں دیر نہیں لگے گی، کوشش شرط ہے۔ یہ بات بھی ہمیں سرگرم عمل کر دینے کے لئے کافی ہونی چاہئے کہ زمانہ اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے جس کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خود ہمارے ملک نے سائنس اور ٹکنالوجی، خصوصاً انفارمیشن ٹکنالوجی میں حیرت انگیز ترقی کی ہے، لیکن وہ اب بھی بیدار نہ ہوئے تو زندہ کیوں کر بچیں گے۔ اپنے ملک میں عزت کے ساتھ کیسے رہ پائیں گے؟ یہ وقت بے فکری اور غفلت کا نہیں ہے۔ کمر کسئے اور میدان کارزار میں اتر آیئے۔ دینی تعلیمی کونسل کی ہر طرح مدد کیجئے تا کہ وہ آپ کی اور زیادہ مدد کر سکے اور اس نظام تعلیم کو وہی ولولہ، وہی جوش و خروش، وہی ایثار و تنظیم دیجئے جس نے نصف صدی قبل اسے بام آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اپنے بچوں کو مسلمان اٹھایئے کوئی بچہ دین سے ناواقف نہ رہے۔ کوئی بچہ بیچ میں والدین کے افلاس یا طمع کی وجہ سے پڑھائی چھوڑ کر گھر نہ بیٹھ پائے۔ جن والدین نے مالی تنگی کی وجہ سے بچوں کو اسکولوں سے اٹھا کر گھر پر بیٹھا لیا ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ٹوٹی ہوئی تعلیم کو فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ جوڑ سکتے ہیں۔ فاصلاتی تعلیم گویا گئے ہوئے وقت کے ہاتھ آنے کا ایک نادر وسیلہ ہے۔ اس کا اہتمام بھی ہو رہا ہے کہ دینی تعلیم فاصلاتی انداز سے بھی دی جا سکے۔ منجملہ اور کوششوں کے ہمدرد یونیورسٹی دہلی اسلامیات کی تعلیم فاصلاتی ڈھنگ سے شروع کرنے جا رہی ہے۔ فاصلاتی تعلیم کے لئے مرکزی یونیورسٹی (اندرا گاندھی اوپن یونیورسٹی) دہلی ہے اور کئی یونیورسٹیوں میں بہ شمول علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے یہ تعلیم دی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ زریں موقع ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے رشتہ تعلیم کو اس طرح جوڑ سکتے ہیں۔ ہماری لڑکیاں گھر بیٹھے تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور ہمارے وہ لڑکے جو تعلیم بیچ میں چھوڑ بیٹھے تھے اسے پھر شروع کر سکتے ہیں۔

دینی تعلیم سارے غلط اثرات کے لئے ڈھال کا کام کرتی ہے۔ جو نظام دینی تعلیمی کونسل نے قایم کیا ہے اس میں دین پر مضبوطی کے ساتھ عامل ہونے کے علاوہ اس کا اہتمام بھی ہے کہ طلبہ کو عصری آگہی بھی فراہم کر دی جائے تا کہ وہ دین کی بدولت اخلاق و کردار کو سنوار سکیں اور ہر آن بدلتے ہوئے زمانے کے تقاضوں سے بھی عہدہ برآ ہو سکیں۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم نصف صدی گزرنے کے بعد دینی تعلیم کی پیشرفت کا جائزہ لیں اور ان سارے مقاصد کی تکمیل کی کوشش کریں جو اس نظام تعلیم کے بانیوں نے اس کے لئے متعین کئے تھے۔ دینی تعلیم کی امداد کو آپ کارہائے خیر میں اولین ترجیح دیں۔ اس کے لئے وسایل فراہم کریں۔ اور انگریزی اسکولوں کے طلبہ کے لئے دینی تعلیم کا مؤثر اور اطمینان بخش انتظام کریں۔ اگر یہ کام ہم نہ کریں گے تو پھر کون کرے گا۔ اور اس کی طرف سے غفلت برتی گئی تو خدانخواستہ ہمارا وجود ہی معرض خطر میں پڑ جائے گا۔ ہمیں اپنے اہل وطن کو یہ ثابت کر کے دکھانا ہے کہ دین ہمیں بہتر انسان بناتا ہے، وہ ہمیں راستی کی راہ پر چلاتا ہے، اور ضرورتمندوں کی مدد کرنا سکھاتا ہے، وہ ہمیں برائیوں سے روکتا ہے اور اچھائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ جس وقت دنیا ہوا و ہوس، مادیت اور صارفیت کا دم بھرتی ہے اور نفسی نفسی کا کلمہ پڑھتی ہے اس وقت دین ہمیں انسانیت کی اعلا قدروں کی پیروی کرنا سکھاتا ہے۔

یاد رکھئے کہ کوئی اچھی شے خود بخود حاصل نہیں ہو جاتی۔ اس کے لئے ہمیں متواتر محنت کرنی پڑتی ہے، پسینہ بہانا پڑتا ہے، زر کثیر صرف کیا جاتا ہے، لہٰذا اگر ہمیں دین عزیز ہے تو اس کی تعلیم کے لئے تن من دھن سے کوشش کرنی ہوگی۔ میں اہل مراد آباد سے اور اس محفل کے ان شرکاء سے جو دوسرے اضلاع اور شہروں سے تشریف لائے ہیں پورے زور کے ساتھ، بصد ادب اپیل کروں گا کہ وہ دینی تعلیم کے لئے تمام ضروری اقدامات کریں اور اس کے لئے بے دریغ وسایل فراہم کریں۔ دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے میں اس تقریب کے منتظمین کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس زحمت کے لئے جو انہوں نے اٹھائی اور معزز شرکاء سے اظہار امتنان کرتا ہوں یاد رکھئے کہ کام کرنے کے بہت ہیں اور حالات ابتری کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمیں سب کو مل کر سیلاب بلا کو روکنا ہے، پسپا کرنا ہے۔ یہ کام انفرادی وضع سے بھی کرنا ہے اور اجتماعی شکل میں بھی۔ خدانخواستہ اگر ہم دین سے دور ہو گئے تو ہم بکھر کر رہ جائیں گے۔

☆☆☆

ادب اسلامی

اردو زبان پر اسلامی اثرات

(دوسری قسط)

عربی تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
اردو ترجمہ: اقبال احمد ندوی غازیپوری

اردو ادب اور قومیت اسلامیہ

جو شخص اردو ادباء کی تحریروں اور شعراء کے ان اشعار کا مطالعہ کرے گا جو یورپ کے خلاف ترکی کی لڑائیوں کے دوران کہے گئے تو وہ محسوس کرے گا کہ یہ ادباء ترکی میں رہ رہے ہیں اور ترکی ہی ان کا وطن ہے، ترکی کی کامرانیوں اور فتح مندیوں پر ان کے چہرے کھل اٹھتے اور اس کی شکستوں اور ناکامیوں سے ان پر حزن و ملال کے بادل چھا جاتے ہیں، نیز وہ محسوس کرے گا کہ ہندوستانی مسلمان کا دل ہر اس واقعہ پر دھڑکتا ہے جو عالم اسلام کے کسی بھی حصہ میں رونما ہوتا ہے، اور خاص طور پر جب وہ حادثہ کسی عربی، ایرانی یا ترکی علاقہ میں پیش آتا ہے، تو اس کا حزن و ملال اور شدید ہو جاتا ہے اور اس کی بے چینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی

جنگ بلقان و طرابلس سے متعلق علامہ شبلی نعمانی کی ایک نظم ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

مراکش جا چکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ
جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریض سخت جاں کب تک

یہ سیلاب بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استاد یہ ظلم
آرائیاں تا کے یہ حشر انگیزیاں کب تک

یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک

کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک

زوال دولت عثماں، زوال شرع و ملت ہے
عزیزو! فکر فرزند و عیال و خانماں کب تک

جو گونج اٹھے گا عالم شور ناقوس کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگ اذاں کب تک

کہیں اڑکر نہ دامان حرم کو بھی یہ چھو آئے
غبار کفر کی یہ بے محابا شوخیاں کب تک

حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کے آشیاں کب تک

جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں جائیں
کہ اب امن و امان شام و نجد و قیراں کب تک

ہندوستان کے مسلمان شعراء کا عربوں، ترکوں اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے واقعات سے متاثر ہونا اور ان کے مسائل سے دلچسپی لینا ایک عام اور مشترک بات ہے جس میں اردو کے سارے شعراء شریک ہیں، اور یہ رجحان مختلف مواقع پر ظاہر ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اردو شاعر کا دل ہمیشہ اپنے غیر ہندوستانی مسلم بھائیوں کے ساتھ وابستہ اور اسلامی جذبہ سے لبریز ہوتا ہے، چنانچہ شاعر اسلامی آثار و نقوش کی عظمت کے گن گاتا ہے، اور کسی بھی مسلمان ملک میں پیش آنے والے واقعات پر خون کے آنسو روتا ہے خواہ اس ملک کی زبان اور اس کا کلچر کچھ بھی ہو۔

علامہ اقبال

یہ عالمی اسلامی جذبہ اس کی طاقت ور ترین شکل میں اقبال کے کلام میں دیکھا جا سکتا ہے، جنہوں نے امت عربیہ کو خطاب کیا، مسئلہ فلسطین کا درماں سوچا، اندلس پر آنسو بہائے، اور قرطبہ اور جامع قرطبہ کی زیارت کے موقع پر وہ دلکش نظم کہی جو ان کی عمدہ ترین نظموں میں شمار ہوتی ہے، نیز وہ اپنے اشعار میں جا بجا امام رازی، مولانا رومی، شیخ ابن عربی، حکیم بوعلی سینا اور امام غزالی جیسے دانشوران اسلام، مسلمان فلاسفہ اور مصلحین امت کے حوالے دیتے ہیں اور ان کی عظمت کے گن گاتے ہیں۔ اقبال اپنے اندر رسول کریم ﷺ کی محبت کا بے پناہ جذبہ بھی رکھتے ہیں، جنہیں وہ رسول عربی کا لقب دیتے ہیں اور عربی کا لفظ بار بار لاتے ہیں اور اپنے کو مقامات مقدسہ کی زیارت کرتا ہوا اور وہاں کی فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا تصور کرتے ہیں۔

اقبال اس بات کو کبھی فراموش نہیں کرتے کہ وہ اصلاً ہندوستانی بلکہ ہندو ہیں، اور اپنے اشعار میں اسے بیان کرتے ہیں۔ قرطبہ سے متعلق اپنی نظم میں کہتے ہیں

کافر ہندی ہوں میں، دیکھے مرا ذوق و شوق
دل میں صلاۃ و درود، لب پہ صلاۃ و درود
شوق مری لے میں ہے، شوق مری نے میں ہے
نغمۂ اللہ ھو میرے رگ و پے میں ہے

اقبال اپنا اور مسجد کا موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تیری فضا دل فروز، میری نوا سینہ سوز
تجھ سے دلوں کا حضور، مجھ سے دلوں کی کشود
عرش معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں
گرچہ کف خاک کی حد ہے سپہر کبود
پیکر نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
اس کو میسر نہیں سوز و گداز سجود

مغربی تہذیب پر تنقید

اگرچہ اقبال کی نشو و نما اور تعلیم و تربیت مغربی ماحول اور وہاں کی فضاؤں میں ہوئی تھی، اور انہوں نے مغربی علوم میں کمال پیدا کیا اور مغربی ثقافت و کلچر سے متاثر بھی ہوئے لیکن ان کی اسلامیت غالب آئی اور وہ

مغرب کا حلقہ بگوش ہونے کے بجائے اس کے باغی ہوئے، اور مغربی تہذیب کو اپنی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی تنقید و بغاوت کا نقطۂ آغاز اور باعث اسلامی ملکوں کے تئیں یورپ کے ظالمانہ اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی عداوت پر ان کا ردعمل تھا۔ اگرچہ اقبال کے دور میں مسلمانوں سے انگریزوں کے انتقام لینے کی آندھی تھم چکی تھی لیکن اقبال کے دل پر ہر اس واقعہ سے چوٹ لگتی تھی جو عالم عربی میں پیش آتا اور مغربی تہذیب کے اس خطرہ سے ان کا دل کڑھتا اور بے چین تھا جو اسلامی تہذیب کو لاحق تھا۔ کیونکہ اقبال نے فرنگی تہذیب کی بنیادی کمزوریوں، اس کے دبتے ہوئے پہلوؤں اور اس عنصری فساد اور بگاڑ کو دیکھ لیا تھا جو اس کی سرشت اور اس کی طینت میں موجود تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ مغربی تہذیب سے متاثر ذہن مذہب اور اخلاقی و روحانی اقدار کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے، انہوں نے فساد قلب و نظر کو اس تہذیب کی روح کی ناپاکی کا ثمرہ بتایا ہے، جس نے اس سے قلب سلیم کی دولت چھین لی۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

آگے کہتے ہیں:

یہ عیش فراواں یہ حکومت یہ تجارت
دل سینۂ بے نور میں محروم تسلی
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے
یہ وادیٔ ایمن نہیں شایان تجلی
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جواں مرگ
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی

اکبر حسین الہ آبادی

اکبر حسین الہ آبادی (۱۸۴۶-۱۹۲۱ء) ان لوگوں میں تھے جنہوں نے ہندوستان میں انگریزوں کا دور عروج اور علوم جدیدہ کا غلبہ دیکھا تھا، جب کہ مغربی تہذیب کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا، اور ہندوستان میں مدرسۃ العلوم (حال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے بانی سرسید احمد خاں کی قیادت میں مغربی تہذیب اور اسلامی ثقافت کے درمیان تال میل پیدا کرنے کی زبردست تحریک چل رہی تھی۔ اکبر الہ آبادی خود بھی سرکاری اسکولوں کے تعلیم یافتہ اور علوم جدیدہ سے واقف تھے۔ عدالتی عہدوں اور مناصب پر بھی فائز رہے، انگریزی حکومت نے انہیں خان بہادر کا لقب بھی دیا تھا۔ اکبر اپنے دور کے اردو کے بڑے شعراء میں شمار ہوتے تھے، ان کے تین شعری مجموعے ادبی و اسلامی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں اور مشہور ہیں، بڑے بڑے ادباء و شعراء ان کے کمال فن کے معترف ہیں، اور وہ اردو کی ظریفانہ اصلاحی شاعری کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اکبر الہ آبادی نے مغربی تہذیب کو ترجیح دینے اور مغربی کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے رجحان کا سختی سے مقابلہ کیا، اور زندگی بھر مغربی تہذیب پر تنقید ان کی شاعری کا موضوع رہا۔ یہاں تک کہ اردو انسائیکلو پیڈیا نے یہ کہتے ہوئے ان پر تنقید کی کہ انہوں نے مغربی تہذیب پر تنقید کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، حتی کہ انہوں نے ہر اس اصلاحی عمل اور مفید کوشش کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس میں مغربی افکار کے سرایت کر جانے کا خدشہ بھی انہیں محسوس ہوا۔

مغربی تعلیم و تہذیب اور مغربی افکار و خیالات پر تنقید کے سلسلہ میں اکبر الہ آبادی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، کہتے ہیں:

مغربی روش پر کیوں نہ آئیں اب قلوب
قوم ان کے ہاتھ میں تعلیم ان کے ہاتھ میں

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہی ہے کہ مسلماں نہ رہے

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازی ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے، وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

تہذیب جدید میں سوائے مادہ پرستی اور ظاہر بینی کے کچھ نہیں، کہتے ہیں:

ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے، پنشن ملی، پھر مر گئے

کل مست عیش و ناز تھے ہوٹل کے ہال میں
اب ہائے ہائے کر رہے ہیں اسپتال میں

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود آخر ہے
شکم بولا کہ اس کی بحث کیا خادم تو حاضر ہے

بتائیں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

ڈارون کے نظریۂ ارتقائے آدم پر تنقید ملاحظہ ہو:

نیست کس مصروف کار دیں بقلب مطمئن
یک فنا فی الآنراست و یک فنا فی الدارون

ڈارون صاحب حقیقت سے بہت دور تھے
میں نہ مانوں گا کہ آباء آپ کے لنگور تھے

نئی تعلیم کو کیا واسطہ ہے آدمیت سے
جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب

سرفرازی ہو اونٹوں کی تو گردن کائے ان کی
اگر بندر کی بن آئے تو فیض ارتقاء کہئے

اور انگریزی اقتدار کے بعد قوم کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نئی نئی لگ رہی ہیں آنچیں، یہ قوم بیکس پگھل رہی ہے
نہ مغربی ہے، نہ مشرقی ہے، عجب سانچے میں ڈھل رہی ہے

وزن اب ان کا معین نہیں ہو سکتا کچھ

برف کی طرح مسلمان گھلے جاتے ہیں

اور یہ انداز بھی ملاحظہ ہو:

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے، رات ان کی

فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے، انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا مضمون، انہی کا کاغذ، قلم انہی کا، دوات ان کی

اکبر الہ آبادی تنقید برائے تنقید کے قائل نہیں تھے، بلکہ انہیں مسلمانوں کو ان کی اسلامیت اور دینی غیرت پر قائم رکھنا مقصود تھا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ تم ترقی جتنی چاہے کرو، سب روا ہے، بس ایک بات یاد رکھنا کہ اللہ کو اور اپنی اسلامیت کو فراموش مت کرنا:

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اردو شاعری غیرت اسلامی کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، اور یہ غیرت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئی ہے، کبھی تو مغربی تہذیب پر تنقید کی شکل میں۔ کبھی مسلمانوں کی عظمت رفتہ پر اظہار حسرت وافسوس اور تہذیب اسلامی کی تقدیس وثنا خوانی کی صورت میں۔ کبھی ان مشکلات ومصائب کی تصویر کشی کی شکل میں جن سے مسلمان دوچار تھے اور ہیں۔ اور کبھی تاریخ اسلامی گذشتہ کارناموں کے تذکرہ کی شکل میں۔ اس قبیل کی شاعری میں شیخ عبد الرزاق کامی کی صمصام الاسلام، حفیظ جالندھری کی شاہنامۂ اسلام، خواجہ الطاف حسین حالی کی مسدس حالی اور اسلامی تعلیم و تربیت اور مسلمانوں کی پسماندگی وزبوں حالی کی تنقید کے موضوع پر مسلمان شعراء کی نظمیں شامل ہیں۔ نیز اردو ادب کا دامن تعلیم وتربیت، تزکیۂ نفس، زہد وتوکل اور صبر واستقامت کے بیش بہا سرمایہ سے بھی مالا مال ہے، اور بڑے بڑے شعراء نے ان موضوعات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔

اردو نثر

جذبۂ اسلامی کو پیش کرنے، مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی لینے اور اسلامی بیداری کی عکاسی کرنے میں اردو نثر کا حصہ شعر سے کم نہیں بلکہ بڑھا ہوا ہے، کیونکہ نثر کا دامن اشعار سے زیادہ وسیع ہے، یہ علم و فن، ادب و دعوت اسلامی اور اصلاح معاشرہ سارے پہلوؤں کو محیط ہے۔ اردو زبان نے اپنی نشو ونما کے اس مرحلہ پر ایک طویل مسافت طے کی ہے، اور وسیع رقبہ پر مشتمل ہے، اور بہت سے ایسے علمی و دینی ذخائر اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے جو قدیم اسلامی زبانوں کے ذخیروں کے ساتھ ہمسری کا دعوی رکھتے ہیں۔ بلکہ اردو میں اسلامی موضوعات پر بعض ایسی کتابیں اور مضامین موجود ہیں جن کی نظیر دوسری زبانوں میں نہیں ملتی، ان میں تاریخ وسیرت نبوی، مشاہیر اسلام و حکمائے اسلام کی سیرت اور قرآن وحدیث اور فقہ کے موضوع پر متعدد اسلامی دائرۃ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا معرض وجود میں آچکے ہیں جو اردو والوں کو دوسری زبانوں سے مستغنی بناتے ہیں، نیز دیگر اسلامی زبانوں جیسے فارسی، عربی اور ترکی کا سارا سرمایہ اردو زبان میں منتقل کیا جاچکا ہے، چنانچہ تحقیق وریسرچ کا کام کرنے والوں کو اس زبان میں کسی بھی موضوع پر کم مائگی، تہی دامنی یا نقص وکمی کا احساس نہیں ہوتا۔ اور یہ اسلامی اثرات نثر کی تمام اقسام جیسے ناول، افسانے، حکایات، کہانیوں اور ضرب الامثال سب میں پائے جاتے ہیں۔

اردو زبان میں دعوت اسلامی، تربیت اسلامی اور اصلاح معاشرہ کے موضوع پر ایک وقیع کتب خانہ وجود میں آچکا ہے، اور ابھی تک برابر اردو زبان میں ایسے مصنفین ومولفین پیدا ہوتے جارہے ہیں جو جدید نسل کی تربیت اور اس میں اسلامی شعور پیدا کرنے کا کام کررہے ہیں۔

اردو زبان وادب کی ترویج وترقی میں اور اسے آسان وعام فہم بنانے میں فکر اسلامی اور حاملین فکر اسلامی وعلم برداران دعوت اسلامی کے اثرات کا اعتراف تاریخ ادب اردو کے مؤرخ رام بابو سکسینہ نے بھی کیا ہے، ان کی کتاب کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ مرزا حسن عسکری نے ۱۹۲۵ء میں کیا، یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ کا ایک اہم مرجع شمار ہوتی ہے، مؤلف کتاب کہتے ہیں:

''مولوی اسماعیل صاحب کا مشہور رسالہ تقویۃ الایمان اور نیز دیگر مریدان مولوی سید احمد کی تصانیف مثلاً ترغیب جہاد، ہدایۃ المؤمنین، نصیحۃ المؤمنین (أو المسلمین) موضح الکبائر و البدعات، مأۃ مسائل وغیرہ، ان سب سے اردو زبان کو بھی ضرور تقویت پہونچی''۔

آگے لکھتے ہیں:

''اس کے علاوہ ادب اردو کے تاریخ نگار مستشرق گارساں دتاسی کے مطابق وہ اثرات بھی سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے حق ہی میں جائیں گے جس سے مسلمان فرقوں کی تصانیف مثلاً (۱) سید احمدیوں (۲) ہندوستانی وہابیوں اور (۳) روشنائیوں وجود میں آئیں، نیز سید احمد شہید کے دوبارہ ظہور پذیر ہونے پر رسالے لکھے گئے''۔

ان تصنیفات نے اردو نثر کی گردن سے جو تکلفات سے گراں بار تھی، تصنع، تکلف، تسجیع وابہام کا قلادہ اتار پھینکا، اور اس کی جگہ صاف گوئی، جرأت، بیباکی، سادگی وسلاست کا ہار پہنایا، جس پر سید احمد شہیدؒ کے رفقاء کی نثر نگاری کی بنیاد قائم ہے۔

اردو صحافت

اردو نثر کی ترویج وترقی میں اردو صحافت کا بھی اہم رول ہے جو ہمیشہ ذمہ دار صحافت رہی ہے، اور اس

میدان میں دینی واصلاحی صحافت کا قابل ذکر کردار رہا ہے، رسالوں اور اخباروں میں لکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین، اور دینی جذبے کے حامل علماء کی طرف منسوب رہی ہے، اور اس میدان میں دبستان سید احمد خاں اور ان کے مدرسۃ العلوم سے متعلق افراد بھی شریک ہیں، اور خاص طور پر اردو صحافت کو فروغ ہندوستان کی جنگ آزادی، خلافت عثمانیہ کے زوال اور انگریزوں کی شہ پر ہندوستان کے مختلف طبقات میں ہونے والی کشمکش اور فرقہ وارانہ فسادات کے دور میں حاصل ہوا۔

مولانا ابو الکلام آزاد

ہندوستانی صحافت میں ہمیں ۱۹۱۲ء کے ان خونریزیوں اور المیوں کی گونج سنائی دیتی ہے جب خلافت عثمانیہ یورپ کی ترک تازیوں اور چیرہ دستیوں سے دوچار تھی، اور بہت سے محکوم ممالک اس کے اقتدار سے نکل گئے، اور ان پر یورپی ممالک کا قبضہ ہوگیا، شعراء کی طرح ادباء نے بھی عالم اسلام کے ان واقعات کی تصویر کشی دل کھول کر کی، اور مغربی تہذیب پر کڑی تنقید کی، اور عالم اسلامی پر یورپی ظلم و جور کی مذمت کرتے ہوئے مغرب کی سفاکیوں اور چیرہ دستیوں سے پردہ اٹھایا، جن ادباء نے عالم عرب اور افریقہ کے اسلامی ممالک کے مسائل کو پیش کیا ان میں مولانا ابو الکلام آزاد کا نام سرفہرست ہے، جو اپنے پرجوش ادب، سیال ورواں قلم، اپنی ادبی تحریروں اور دلچسپ اسلوب کے لئے مشہور ہیں، چنانچہ وہ الہلال کے ۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

''مراکش میں عربی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور طرابلس معرض خطر میں ہے، ایسی حالت میں قدرتی طور پر افریقہ کے عہد اسلامی کا ماضی قریب یاد آجاتا ہے۔''

''طرابلس میں آج جو بازار قتال گرم ہے الجزائر پوری ایک صدی تک اس میں مبتلا رہا جو شمالی افریقہ میں سب سے بڑی اسلامی مملکت تھی، اور جس کے لئے پہلی صدی ہجری میں عہد نبوت کا صبغت یافتہ خون بہایا گیا تھا۔ مسلسل خونریزیاں، پیہم عہد شکنانہ سفاکیاں، قتل عورات واطفال، احراق منازل وبلدان، ہتک مساجد واشراف اور تمام وحشیانہ اور بربری مظالم جو مسیحی غلبہ وغضب کے لازمی اجزاء ہیں، فرانس کے ہاتھوں ایک ایک کر کے الجزائر کی نصف کروڑ کی آبادی پر گذرے اور بالآخر جانبر نہ ہوسکا۔''

(الہلال، جلد اول، ۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء، صفحہ ۷)

عثمانی مجاہد طرابلس یوز باشی جاوید بک کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دنیا میں تلوار اور قلم ایک ہاتھ میں کم جمع ہوتے ہیں، تلوار کا آہنی قبضہ شاید اس قدر سخت ہے کہ اس کی گرفت کے بعد انگلیوں میں قلم کی گرفت کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، لیکن سرزمین اسلام کے اعجوبہ زار میں کون سی شے تعجب انگیز نہیں؟ تخت حکومت اور بوریائے درویشی، گلیم فقر اور خلعت شاہنشاہی، محراب عبادت اور ایوان سلطانی، دبدبہ وسطوت اور عدل ومساوات، دولت وتجارت اور توکل وقناعت، اشتغال دنیوی اور زہد وعبادت، ترقیات مادی اور تصفیۂ روحانی، اعتماد نفس وتدبیر اور تفویض واعتقاد تقدیر، غرض کہ سینکڑوں جذبات واعمال ہمیشہ باہم مخالف چلے آتے تھے، جنہوں نے سب سے اول اس کے جامع اضداد دور خصوصیت میں ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔ منجملہ ان کے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تیغ وقلم کی قدیمی مخالفت مٹا کر دونوں کو ایک جگہ جمع کردیا، ممکن ہے کہ دیگر اقوام میں اس کی خال خال مثال ملے، لیکن اسلام کی تاریخ اس کی سینکڑوں مثالوں سے لبریز ہے''۔

(الہلال، جلد اول، ۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء، صفحہ ۱۱-۱۲)

ایک مقام پر ان لوگوں کا جواب دیتے ہوئے جو مسلمانوں کو یورپ یا ہندوؤں کے اتباع کی تلقین کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

جب اتباع دین اور اعتصام بحبل اللہ المتین کی شمعیں خود ان کے یہاں فروزاں ہیں تو ان کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے واضح طور پر لکھا:

''مسلمانوں کو ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا ان کے لئے کبھی موجب فلاح ونوز نہیں ہوسکتا۔ (الہلال ۱۳ر اکتوبر ۱۹۱۲ء)

یہی نہیں بلکہ انہوں نے سختی کے ساتھ لکھا کہ:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل اور اعتقاد کے لئے بھی قرآن کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنائے وہ مسلم نہیں، بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم بلکہ مشرک ہوگا۔''

(الہلال ۸ر ستمبر ۱۹۱۲ء)

اگر ہم اردو زبان وادب کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ناول، افسانے، ڈرامے اور تاریخ میں اسلامی جذبہ اور دینی وتربیتی عناصر کا کتنا غلبہ ہے، اور ہم دیکھیں گے کہ ادباء نے ان ادبی اصناف میں بھی اسلامی مسائل اور مسلمانوں کی زندگی کی مشکلات پیش کی ہیں، اور تاریخ اسلامی کی فتح مندیوں اور کامرانیوں کے ساتھ ساتھ اس کی شکستوں اور ہزیمتوں اور اسلامی تاریخ کے پر درد وپر اثر واقعات پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح بہت سے ادباء نے اسلامی زندگی کی مشکلات اور اسلامی معاشرہ کی راہ میں حائل دشواریوں کو بھی اصلاح کی غرض سے اپنے ناولوں اور قصوں میں جگہ دی ہے، مثلاً عبد الحلیم شرر کہ ان کا موثر واقعات اور داستانوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جن میں انہوں نے زیادہ تر مصائب ومشکلات کی تصویر کشی کی ہے، اور ان کی اس طرح کی کتابوں کو بڑی مقبولیت ملی اور شہرت

دوام حاصل ہوئی۔

اردو میں تاریخ کی کتابوں نے بھی اسلامی غیرت وحمیت کو مہمیز دینے اور اخلاف کا تعلق اسلاف سے استوار کرنے میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کا وظیفہ ہے، انگریزی سامراج چاہتا تھا کہ امت کا تعلق اس کے ماضی سے کاٹ دے اور غلط سلط تاریخ پیش کر کے نئی تعلیم یافتہ نسل کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کا بیج بودے، لیکن آفریں ہے اردو تاریخ نویسوں پر کہ انہوں نے ماضی پر ان کا اعتماد بحال کیا اور ان کے آباء واجداد نے سیاست، علم، ادب اور فن کے میدانوں میں جو جرأت مندانہ کارنامے انجام دیئے تھے ان کی عظمت وتقدیس ان کے دلوں میں پیدا کی، ان مؤرخین کی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا اسلامی جذبہ نیز اسلامی رنگ اور قابل عبرت وموعظت باتوں کو نمایاں کرنے کی ان کی کوشش موضوع کے ساتھ انصاف کرنے سے مانع نہیں ہوتی تھی، چنانچہ وہ لائق عبرت باتوں کی طرف توجہ بھی دلاتے تھے لیکن اس کے باوجود تاریخی پیشکش میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، اور اپنے موضوع سے ہم آہنگ یہ تاریخ اپنے جذباتی و مؤثر اسلوب کے نتیجہ میں ایک دلآویز ادبی موضوع بن جاتی، اس کے نتیجہ میں قاری عالمی اسلوب سے قریب تر آسان تاریخی اسلوب کی پیشکش سے جذبات کی عکاسی اور قلبی و وجدانی جوش کی طرف منتقل ہوتا جو دلوں کو حیرت زدہ کر دیتا اور جو وجدانی ادب سے قریب تر ہوتا تھا۔

مولانا حکیم سید عبد الحی حسنیؒ

اس اسلوب کے بہترین نمائندے مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ تھے، قاری ان کی تاریخی تحریروں میں ایسے شاہکار ٹکڑے پاتا ہے جو اپنی تاثیر و دلآویزی میں کسی فنی نثری ٹکڑے سے کم نہیں ہیں، بلکہ بعض مرتبہ وہ نثری شاعری کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں، اور یہ رنگ سفرناموں، سیرت وسوانح، ملکوں کی تاریخ اور اسلامی ثقافت کی تاریخ نیز دیگر اقسام میں ظاہر ہوتا ہے۔

اسلامی جذبہ کی تاثیر و دلآویزی

اسلامی جذبہ اور اسلامی رنگ اردو زبان کا ایک شعار اور جزء لاینفک بن گیا تھا، جس سے نہ کوئی تاریخی کتاب خالی ہوتی اور نہ سفرنامہ، یا ایسا کوئی مضمون جس میں اسلامی دور کے فن تعمیر یا اسلامی دور کے تاریخی آثار مثلاً حوض، تالاب، باغات، سائنسی وعلمی جائزے یا فضائی رصدگاہیں اور مناظر فطرت سے متعلق مضامین پیش کیے گئے ہوں، اور قاری ان تحریروں میں ان کی کچھ جھلکیاں پاتا ہے، اور اگر ان کا تعلق کسی المیئے، یا کسی تاریخی یادگار کے مٹنے سے ہوتا تو قاری ان کے درد وغم اور حسرت وافسوس میں ڈوبے ہوئے بیان میں اس خسارہ کی تفصیل پاتا جو اس کو پہونچا ہوتا یا عبرت کی جو باتیں ان میں ہوتیں ان سے درس عبرت لیتا۔

ہندوستان کے ایک بڑے اسلامی مؤرخ علامہ سید عبدالحی حسنی جن کی کتاب ہندوستان کے مشاہر اہل کمال کے تذکرہ میں "نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر" اور "الهند في العهد الإسلامي" (اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں) ہے ۱۹۴۸ء میں یعنی ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے تقریباً پچاس سال بعد دہلی، سہارنپور اور اطراف کے اسلامی آثار، علمی اسلامی مراکز اور علماء وبزرگان دین کی زیارت کو نکلے، اور اپنے سفر کے تأثرات اور یادداشتیں "دہلی اور اس کے اطراف" کے عنوان سے اردو میں شائع کیں، یہ یادداشتیں ان کے بے پناہ بلکہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اسلامی جذبہ کی عکاسی کرتی ہیں، اور ان کے بعض مقامات قاری کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتے ہیں، جب وہ اپنے دردمند قلم اور زخمی دل سے اسلامی آثار کی کہنگی و بے بسی اور ان کی خستہ حالی کا تذکرہ کرتے ہیں، اور یہ بتاتے ہیں کہ سیاسی انقلاب نے ان میں کیا تبدیلیاں کیں اور ان کو کیا سے کیا بنا دیا۔ لیکن اب بھی وہ شاندار دور کی یاد دلاتے ہیں۔

لال قلعہ کی سیر کے وقت ان کا یہ جذبہ چھلک پڑتا ہے اور وہ کہتے ہیں:

"ہم مسجد سے براہ راست قلعہ گئے، یہ قلعہ بالکل سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے، اپنی لطافت اور سکی میں بے نظیر ہے، دروازہ پر ایک گورا ٹہل رہا تھا، اس نے ٹکٹ لے لیا، اور ہم اندر روانہ ہوئے، قلعہ کے اندر جانے کے بعد متعدد دروازے اور ڈیوڑھیاں مسلسل ملتی ہیں، ان میں اب آج کل گوراہ بازار ہے، اس سے نکل کر پھر بالکل ویران اور غیر آباد ہے، کہیں کہیں انگریزی عمارتیں اور بارکیں بنی ہوئی ہیں، شاہی عمارتیں بالکل متاصل کر دی گئی ہیں، ان کے نشانات اب صرف دربار عام کے ایک درجہ سے اور دربار خاص وحمام ومسجد ومثمن برج سے معلوم ہوتے ہیں، جن کے دیکھنے سے ایسی عبرت ورقت ہوتی ہے جو کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ سبحان اللہ! یہ وہ مکانات ہیں جن میں ہر کس وناکس کے پہونچنے کی مجال نہ تھی، بڑے بڑے امراء ہفت ہزاری وپنج ہزاری دربار عام تک پہونچنے کو فخر وسعادت سمجھتے تھے، وہی تخت جس کے سامنے درباری اکبری و جہانگیری میں سجدہ کرتے تھے، اور درباری شاہجہانی و عالم گیری میں اس کے پائے کو بوسہ دینے کو فخر سمجھتے تھے، آج ادنی ادنی گورا جوتہ پہنے ہوئے اسی کو روندتا ہے۔ فاعتبروا يا أولى الأبصار. الملك لله، و الأمر لله، والأرض لله، يورثها من يشاء.

(جاری) (بشکریہ رابطہ ادب اسلامی)

"آداب سلام وروح کائنات"

از: مولانا شاہ مفتی بدر احمد مجیبی صاحب
(مفتی خانقاہ مجیبیہ، استاذ معہد الدراسات العلیا امارت شرعیہ پھلواری شریف)

(۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ کو خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں اہل علم و دانش، اصحاب علم ومعرفت اور عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باوقار وبابرکت مجلس میں حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی کی سیرت نبوی ہی سے متعلق ایک تالیف کی تقریب رسم اجراء منعقد ہوئی اور اس نورانی ماحول اور روحانی فضا میں اس کتاب کا اجراء حضرت سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ حضرت مولانا شاہ آیت اللہ قادری دامت برکاتہم کے ہاتھوں عمل میں آئی اس موقع پر اس کتاب سے متعلق چند ایک مقالات پیش کئے گئے جن میں سے ایک وقیع مقالہ نذر قارئین ہے۔)

حضرت سرور عالم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے بلکہ اللہ رب العزت نے خود اس پر عمل کر کے مسلمانوں کو اس کی تعلیم دی ہے اور مسلمانوں سے پہلے فرشتوں کو بھی اس کا حکم دیا کہ وہ بھی درود وسلام بھیجیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: "اللہ رب العزت خود اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم لوگ بھی ان کو درود وسلام کا نذرانہ پیش کرو"۔ درود کی یہ فضیلت خود نص قرآنی سے ثابت ہے۔

احادیث سے درود وسلام کے بے شمار فضائل ثابت ہیں۔ جن کو محدثین نے کتب احادیث میں نقل کیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد نے درود کی احادیث کو روایت کیا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے چالیس سے زیادہ صحابہ کرام کا شمار کیا ہے جن سے درود کی احادیث مروی ہیں۔

درود شریف کے فضائل اور کلمات کو علیحدہ کتابی صورت میں جمع کرنے والی جماعت بھی بہت طویل ہے۔ جن میں ہمیں محدثین، فقہاء اور اکابر علماء سب نظر آتے ہیں۔ ان سبھوں نے بڑی سعادت اور شرف سمجھ کر اس ترتیب وجمع کے کام کو انجام دیا ہے۔ ان میں امام ابن ابی عاصم، امام ابن شاہین، حافظ ابن بشکوال، امین الدین ابن عساکر، علامہ ابن قیم، علامہ شہاب الدین بلقینی، حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ قسطلانی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ احمد بن فارس لغوی، علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی جیسے محدثین وفقہاء اور علماء بھی ہیں۔

علامہ شمس الدین بن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ کی شخصیت حدیث وفقہ میں امتیاز، رسوخ فی العلم اور علمی وسعت میں معروف رہی ہے۔ ان کی اہم تصانیف میں اپنے موضوع پر ایک اہم ترین کتاب "جلاء الافهام في فضل الصلوة والسلام على محمد خير الانام ﷺ" بھی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر مکمل اور مفصل کتاب ہے۔ اس میں درود وسلام سے متعلق احادیث پر فنی بحثیں بھی ہیں اور اس کے معانی کی تحقیقات بھی ہیں۔ حدیث کے مقام و مرتبہ کی وضاحت بھی ہے۔ درود شریف کے فضائل، اس کے فوائد، درود پڑھنے کے مقامات، درود کے کیا معنی ہیں، درود میں آل سے کیا مراد ہے؟ وغیرہ پر بہت مفصل مباحث ہیں۔

عم مکرم حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی دامت برکاتہم جو علم وفضل میں بلند مقام پر فائز ہیں، بادہ حب نبوی سے سرشار ہیں اور درود شریف سے ان کا خاص ربط بھی ہے۔ انہوں نے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جلاء الافهام" کی اردو میں تلخیص فرمائی ہے۔ جس میں انہوں نے درود کے فوائد، اس کے کلمات، درود کے مواقع اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ کی اس کتاب پر میرے علم کی حد تک اردو میں یہ پہلا کام ہوا ہے۔ یہ بہت عمدہ اور جامع کام ہے۔ اس میں درود شریف پڑھنے کے ۲۳ فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ درود شریف کے کلمات سے متعلق ۹ روایات پیش کی گئی ہیں۔ درود شریف پڑھنے کے بیس (۲۰) مقامات جو احادیث سے ثابت ہیں، بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت مولانا مدظلہ العالی نے "جلاء الافهام" کی تلخیص کے ساتھ ایک اور اہم علمی خدمت یہ انجام دی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے خاص اوصاف کو یکجا کر کے بڑے جامع انداز میں مرتب فرمایا ہے اور اس کا نام "روح کائنات" تجویز فرمایا ہے۔ اس کو اس کتاب کے شروع میں بحیثیت مقدمہ شامل کیا ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات حقیقت میں اس کائنات کی روح اور اس کا جوہر ہے۔ یہ بات کوئی مجازی معنی میں نہیں کہی گئی ہے۔ بلکہ حقیقت واقعہ یہی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا شاہ بلال احمد قادری صاحب نے "حرفے چند" میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آب حیات" سے جو نقل کیا ہے کہ "ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوقات سے وہی نسبت ہے جو جوہر کو عرض سے ہوتی ہے۔" قابل توجہ ہے۔

"روح کائنات" میں اوصاف نبوی میں ہر ہر وصف کو علیحدہ کر کے نمایاں کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی عربی اور اردو کے صاحب طرز ادیب ہیں۔ زبان وبیان کی سلاست اور اسلوب کی دلکشی اور رعنائی ان کے مضامین کی خصوصیت ہے۔ ہم ذیل میں روح کائنات سے چند نمونے پیش کرتے ہیں جس سے مصنف کے اسلوب اور طرز بیان کا اندازہ ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

"ایک بشر کے اندر اس کے کمالات کا اندازہ چار باتوں سے کیا جاتا ہے۔ صورت، سیرت، قول اور عمل۔ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے کمالات شخصی کو بیان کرنے کے لئے اقوال و آثار کی روشنی میں احادیث و روایات کی سندوں کو سامنے رکھتے ہوئے علماء اور اہل اللہ نے دو طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک تو ذوقی اور مجازی اور دوسرا تحقیقی اور بیانی۔

ذوقی اور مجازی کا انداز یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حلیہ بتانے کے لئے یہ کہا جائے کہ آپ کا چہرہ مہرہ بے مثال تھا۔ آفتاب کی کرنیں آپ کے قدموں پر نثار تھیں تاروں کی روشنی آپ پر صدقے، چاند آپ پر فدا، حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی سے وابستگی اور محبت بڑھانے کے لئے بہت سے علماء اور صوفیہ کا طرز بیان اسی طرح کا رہا۔

دوسرا طریقہ تحقیقی اور بیانی وہ ہے جو محدثین کرام نے اختیار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مشاہدات کو اسی طرح بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا یا جو روایات ان تک پہنچیں، مثلاً ان کا کہنا کہ آپ کا رنگ گورا تھا جس میں سرخی دمکتی تھی۔ موئے مبارک نہ تو پیچیدہ تھے نہ گھنگریالے اور کان کی لو سے آگے نہیں بڑھے۔ دندان مبارک موتیوں کی طرح برابر تھے۔ وغیرہ اس انداز پر شمائل کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔" (ص ۲۴)

مولانا کتاب کی تالیف کا مقصد ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پیش نظر کتاب جس کو آپ کتاب کے بجائے نوشتۂ عقیدت کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا اس کا موضوع بھی حضور اقدس ﷺ کی سیرت پاک کی چند جھلکیاں دکھانا اور یہ واضح کرنا ہے کہ آپ ﷺ کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں۔ اس تحریر میں مجاز کے پردہ میں اور ذوق و شوق کے انداز میں کچھ کہنے کے بجائے پوری حقیقت پسندی کے ساتھ وہ باتیں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کو صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم مصنفین بھی تسلیم کر چکے ہیں اور آج بھی کسی انصاف پسند کو دکھایا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے۔ ع

یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کن صورت گری

(ص ۲۵)

مولانا نے اوصاف نبوی کو چار بڑے عنوان کے ذیل میں ترتیب دیا ہے۔ پہلا رخ جمال صورت دوسرا رخ جمیل سیرت، تیسرا رخ قول محکم اور چوتھا حسن عمل پہلے رخ جمال صورت کے بیان میں فرماتے ہیں:

"چہرہ انور پر حسن و زیبائی کے ساتھ جلالت شان کا عکس، جس کو دیکھتے ہی ایک انجان سے انجان بھی کہہ اٹھے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ایک یہودی نے آپ کو دیکھتے ہی کہا تھا کہ "ھذا لیس وجہ کاذب" یا تعظیم کے لئے بشریت کا سر خود بخود جھک جائے اور تسلیم و رضا پر طبیعت خود بخود آمادہ ہو جائے جیسے کہ آپ کے وجود گرامی کا رعب اور سراپائے وجود کی ہیبت کے آگے کسریٰ کے اپلچی کانپ گئے۔ اور اپلچی جو اپنے سونے چاندی کے زیورات (فوجی نشانات) پہنے اپنے رعب و داب کی وردیوں میں حضور اقدس ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ یہ اپلچی شاہانہ جاہ و حشم کو دیکھتے ہوئے کے ان کسراؤں کی آغوش عظمت میں جن کی پرورش ہوئی تھی حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی ان کے کسراؤں اور شاہزادوں اور ولی عہدوں سے زیادہ بارعب تھی کہ وہ خوف و عظمت کے ملے جلے جذبات سے کانپنے لگے۔ ادھر خود حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی کا یہ حال تھا کہ انتہائی معمولی چادر کا تہبند باندھے گھٹنوں تک کی رداء (قبا) شانوں پر ڈالے سر جھکائے مسجد کی زمین پر بیٹھے تھے۔" (صفحہ ۲۶)

تیسرے رخ قول محکم کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو حکمت بالغہ اور علوم کے خزانے عطا فرمائے تھے وہ آپ کا ہمیشہ قائم رہنے والا اور ہر زمانہ میں قابل قبول معجزہ ہے۔ یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ امی تھے یعنی جس حال میں پیدا ہوئے تھے اس طرح زندگی بھر رہے۔ مگر آپ کی ایک بات بسا اوقات بڑے بڑے کتب خانے پر بھی بھاری پائی گئی۔ آپ کے ذریعہ جو علوم آئے، جو حکمت کی باتیں آپ نے بتائیں اس پر ہزار ہا ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ ایک ایک نکتہ پر لوگوں نے اپنی اپنی زندگیاں صرف کی ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے بالکل صحیح کہا ہے:

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ ہفت ملت بشست

ایک ایسا یتیم جس کو کسی مکتب میں نہیں بھیجا گیا اور جس کو علم کی ابجد بھی نہیں سکھائی گئی اس نے سات عالم کے کتبخانوں کو (اپنے ایک بول سے) دھو دیا۔ وہ ذات جو نہ کسی عالم کی صحبت اور نہ کسی تربیت کرنے والے کی عنایت کی محتاج ہوئی مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ دنیا کے سارے حکیم و دانا جن کو علم و فضل میں فرزانہ سمجھا جاتا تھا سب آپ کی دکھائی ہوئی راہ حق پر چلنے کو اپنی معراج سمجھتے ہیں۔ علمائے فلاسفہ نے علم و فہم کے در کھولنے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو پابند کرنا چاہا کہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر نجات حاصل کریں، مگر آخر میں انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ دین وہی ہے جو عرب کے امی سے ملا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور راستہ وہی ہے جو رہبر انسانیت نے دکھلایا۔" (صفحہ ۴۸)

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کے اسلوب کے نمونہ کے لئے یہ عبارتیں کافی ہیں۔ عبارت میں سلاست و روانی ایسی ہے کہ کتاب اٹھانے کے بعد ختم کئے بغیر رکھنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ روح کائنات اور آداب و فضائل درود سلام دونوں ملا کر کتاب کے کل صفحات ۱۲۰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا دامت برکاتہم کو ہر طرح سے صحت و توانائی اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ ان کے علمی اور تحقیقی مشاغل جاری رہیں اور دنیا اس سے مستفید ہوتی رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم ندوۃ العلماء میں شفاخانہ (ہاسپٹل) کا سنگ بنیاد

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ایک بین الاقوامی تعلیمی و تربیتی ادارہ ہے، جو اپنی تعلیم و تربیت اور علمی و ثقافتی خدمات کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور و معروف ہے، یہاں کے فارغین اور فضلاء پورے عالم میں دینی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں سے شائقین علم اپنی علمی پیاس بجھانے اور دین و شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس کے کیمپس میں اساتذہ و طلبہ اور ملازمین و اسٹاف کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے، جن کے دوا علاج اور صحت و تندرستی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اور انتظامیہ انہیں ہر طرح کے امراض اور مختلف بیماریوں سے بچانے کے لئے کوشاں رہتی ہے، اور بیمار پڑنے کی صورت میں دوا علاج کا معقول نظم کیا جاتا ہے۔

اس مقصد سے یہاں پہلے ہی سے "دار الشفاء" کے نام سے ایک ڈسپنسری قائم ہے، جہاں جز وقتی ہومیو پیتھ اور ایلو پیتھ ڈاکٹرس حضرات باری باری سے تشریف لاتے ہیں اور بیماروں کا علاج کرتے ہیں، لیکن ضرورت تھی کہ ایک کل وقتی ہاسپٹل کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں ہر طرح کی جدید سہولیات سے آراستہ نرسنگ ہوم کے طرز کا شفاخانہ ہو، تاکہ رات اور دن کے کسی بھی حصہ میں جس کو بھی ضرورت پیش آئے تو باہر جانے کی نوبت نہ آئے اور اس کا معقول علاج کیمپس کے اندر ہی ہو جایا کرے، خاص طور سے احاطہ میں مقیم طلبہ و اساتذہ اور اسٹاف ملازمین کو باہر کسی نرسنگ ہوم میں ایڈمٹ ہونے میں جو دشواری پیش آتی ہے اس سے راحت ملے۔ اس طرح کے ایک ہاسپٹل کے قیام کی تجویز عرصہ سے ذمہ داران کے پیش نظر تھی، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اصحاب خیر حضرات کی امداد و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے اور ایک شفاخانے کے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا۔

چنانچہ اس مقصد سے مورخہ ۲۹ر صفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۹ر اپریل ۲۰۰۵ء بروز شنبہ ایک شفاخانہ (ہاسپٹل) کا سنگ بنیاد ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، معتمد تعلیم ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، معتمد مال پروفیسر وصی احمد صدیقی اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے ہاتھوں دفتر نظامت اور مسجد کے درمیان خالی پڑی آراضی پر رکھا گیا، یہ شفاخانہ جدید طرز کا دو منزلہ اور جدید طبی سہولیات سے مزین ہوگا، اس میں ایکسرے اور دیگر ضروری مشینیں بھی مہیا کرائی جائیں گی۔ اس کی تعمیر میں ایک سال کا وقت لگے گا۔ سنگ بنیاد کے موقع پر دار العلوم ندوۃ العلماء کے نائب مہتمم مولانا مفتی محمد ظہور ندوی، ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی، مولانا اقبال احمد ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، انجینئر جناب امتیاز احمد صاحب، جناب رئیس احمد صاحب اور جناب فضل الباری صاحب سمیت بہت سے حضرات موجود تھے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کی دعاء پر تقریب کا اختتام ہوا۔

اہل خیر حضرات سے مخلصانہ گذارش ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح اس نیک کام میں تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کا سامان کریں۔ اپنے کسی مرحوم عزیز کے ایصال ثواب کی نیت سے بھی اس کار ثواب میں شرکت کی جا سکتی ہے۔

(جناب مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی (مدظلہ العالی)
ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ

فقہی سوال وجواب

مفتی محمد طارق ندوی

سوال: اگر کسی قصبہ میں مساجد زیادہ ہوں اور نمازی کم اور وہ لوگ ہر مسجد میں امام مقرر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو کیا کچھ مساجد کو چھوڑ کر بقیہ مساجد میں نماز باجماعت پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

جواب: ازروئے شرع جہاں تک ہو سکے سب مسجدوں کو آباد کریں۔ بحالت مجبوری جب ممکن نہ ہو لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ اللہ تعالیٰ قدرت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے ہیں۔

سوال: جو امام تین وقت کی نماز ایک مسجد میں پڑھائے اور دو وقت دوسری مسجد میں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا کرنا درست ہے۔

سوال: بعض لوگ نماز میں اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہیں کر پاتے تو ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اتنی جلدی کرنا مکروہ ہے۔ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع وسجود میں تسبیحات کہنے کا موقع دینا چاہئے۔

سوال: قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں؟

جواب: فرقہ قادیانی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے ہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے، اسی بنیاد پر مرزا غلام احمد کو یہ لوگ نبی کہتے ہیں یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

سوال: جوگاڑیاں، ٹرک، جیپ، بس وغیرہ نقل وحمل کا کام کرتی ہیں کیا ان پر زکوۃ ہے؟

جواب: زکوۃ ان اشیاء پر واجب ہوتی ہے جو تجارت کے لئے ہوں اور جو اشیاء تجارت کے لئے نہ ہوں ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

سوال: نماز کا وقت شروع ہونے سے قبل اگر اذان دے دی جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا وقت شروع ہونے سے قبل اگر اذان دیدی جائیگی تو اذان نہیں ہوگی بلکہ وقت شروع ہونے کے بعد دوبارہ دہرائی جائیگی۔

سوال: گیارہویں میں مٹھائی وغیرہ نذر کرواتے ہیں کیا ایسی اشیاء کو کھا سکتے ہیں؟

جواب: گیارہویں کی مٹھائی کھانا درست نہیں ہے۔

سوال: جمعہ کی اذان ثانی منبر کے قریب مسجد میں افضل ہے یا مسجد سے باہر افضل ہے؟

جواب: اذان ثانی جمعہ کے دن منبر کے سامنے مسجد میں مسنون ہے۔

سوال: خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی یا نہیں؟

جواب: خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔

سوال: اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا آداب دعا میں سے ہے اس لئے ایسا کر سکتے ہیں۔ لازمی نہیں ہے۔

سوال: زید فوٹو گرافی کا کام کرتا ہے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ عمر کا کہنا ہے کہ یہ فوٹو گرافی کا پیشہ درست نہیں ہے اس لئے نماز میں زید کے تکبیر کہنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: جاندار کی تصویر اور فوٹو بنانا بیشک ناجائز ہے، اگر زید جاندار کی تصویر بناتا ہے تو اس کی تکبیر مکروہ ہوگی۔ مگر نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

سوال: اذان کے وقت أشهد أن محمداً رسول الله پر لوگ انگوٹھے چوم کر کے آنکھوں پر لگاتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا شریعت مطہرہ کے اندر کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سوال: جب مؤذن اذان کہتا ہے تو اذان کے الفاظ دہرانا اور بعد میں دعا کا پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

جواب: اذان کے وقت اذان کے الفاظ دہرانا اور بعد میں دعا کا پڑھنا سنت ہے۔

سوال: بعض جگہ یہ دستور ہے کہ جس وقت نماز کے واسطے جماعت کھڑی ہوتی ہے تو خود مؤذن تکبیر کہنے سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھتا ہے پھر اس کے بعد تکبیر کہتا ہے یہ ازروئے شرع کیسا ہے؟

جواب: اقامت سے پہلے باآواز بلند درود شریف پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہذا ایسا کرنا واجب الترک ہے۔

سوال: جرسی گائے کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ازروئے شرع جرسی گائے کا دودھ پینا جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال: ایصال ثواب کے لئے صدقہ میں پیسے دیئے جائیں تو کیا مرحوم کی روح کو اس کا علم ہوتا ہے؟

جواب: ایصال ثواب کے لئے جو صدقہ اور خیرات کیا جاتا ہے تو اس کا ثواب میت کو ملتا ہے مرحوم کی روح کو اس کا علم بھی ہوتا ہے۔

سوال: کیا بزرگوں کو خانقاہ یا مدرسہ میں دفن کر سکتے ہیں؟

جواب: اکابر ومشائخ کو خانقاہ یا مدرسہ کی عمارت میں دفن کرنا مکروہ ہے فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

سوال: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین میں انگلیاں کس حالت میں رہنی چاہئیں؟

جواب: تکبیر تحریمہ کے وقت انگلیوں کو اپنی حالت میں رہنے دیں آپس میں نہ ملائیں انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے لگائیں اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کریں۔

سوال: جو آدمی اذان کے دوران بات کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اذان کا جواب دینا سنت ہے دوران اذان باتیں کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی کا سفر پھلواری شریف

حضرت مولانا اپنے وطن مالوف ۲۰ر اپریل کی شام کو پھلواری شریف تشریف لے گئے ہیں۔ ان کے ہم سفر جناب منظر سبحانی صاحب ہیں۔ حضرت مولانا کو وہاں ایک کتاب کی رسم اجراء انجام دینی ہے جو درود پاک اور سیرت رسول اکرم ﷺ سے متعلق ہے۔ اللہ نے حضرت مولانا کو جو عشق رسول ﷺ عطا فرمایا ہے، اسی کی بدولت اپنی علالت اور معروفیت کے باوجود وہ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے لئے خوش دلی سے راضی ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور جناب مولانا ڈاکٹر سعید الاعظمی کا زیارت حرمین شریفین اور اہم نشستوں میں شرکت کی غرض سے انشاء اللہ سفر ہے۔ یہ دونوں بزرگ انشاء اللہ آج کل میں اس سفر مبارک پر روانہ ہوں گے ہم کارکنان ندوۃ العلماء ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں زیارت حرمین شریفین کے لئے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور ان کے اس سفر کے زیادہ سے زیادہ پرسہولت اور مفید تر ثابت ہونے کے لئے بارگاہ رب ذوالجلال میں دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خیر وسلامتی کے ساتھ ندوہ لائے اور وہ چمن کے کاروبار کو حسب معمول بحسن وخوبی انجام دیتے رہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ

نائب امیر شریعت نامزد

پھلواری شریف۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم نے امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ کی وفات سے جو عہدہ نیابت خالی ہوا۔ اسے پر کرنے کے لئے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کو نائب امیر شریعت نامزد فرمایا۔ انہوں نے ۳ر اپریل ۲۰۰۵ء کو امارت شرعیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ میں مولانا محمد ولی رحمانی کے نام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ عرصہ سے امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ وعاملہ کے رکن ہیں۔ اور اپنے مفید مشوروں سے ادارہ کو تقویت پہونچاتے رہے ہیں، وہ اپنے علم وعمل کے سبب بہار اور اس سے باہر قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی صلاحیت سے ادارہ کو فائدہ پہنچے گا۔ اس لئے اس عہدہ کے لئے ان کے نام کا اعلان کرتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد اجلاس میں شریک تمام لوگوں نے امیر شریعت مدظلہ کے اس فیصلہ کی تائید فرمائی اس طرح حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم امارت شرعیہ کے چھٹے نائب امیر شریعت منتخب ہوئے۔ ادارہ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی خدمت اقدس میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور امارت شرعیہ نیز ملت اسلامیہ کے لئے ان کی خدمات کے تئیں نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہے۔ (پریس ریلیز)

کاروانِ رفتگاں

(۱) وجے واڑہ کے مشہور ومعروف تاجر مدارس اسلامیہ کے ہمدرد وبہی خواہ جناب الحاج محتشم عبدالغنی بھٹکلی رکن مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نوجوان صاحبزادی کئی دن کی علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

(۲) بھٹکل کے مشہور ومعروف عالم دین خلیفہ جامع مسجد جماعت المسلمین کے قاضی دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلق رکھنے والے رسالہ تعمیر حیات کے شائق جناب مولانا شبیر اکرمی صاحب اس عالم فانی سے عالم بقا کو کوچ کر گئے۔

(۳) دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہمدرد وبہی خواہ تعمیر حیات کے معاون جناب الحاج محمد عمر پنیل بھٹکلی کی اہلیہ اور حکیم درجۂ خصوصی ثالث حفظ الرحمٰن بھٹکلی کی نانی واصل بحق ہو گئیں۔

ان سب ہی کیلئے قارئین تعمیر حیات سے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

(جناب مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی مدظلہ العالی)

ذرا سی پی کے بہکنے لگے ہیں دیوانے

امین الدین شجاع الدین

میخانہ محض اس کا نام نہیں کہ وہاں جام و سبو ہوں اور خم کے خم لٹائے جا رہے ہوں نشہ کو مے خانہ کے ساتھ خاص کر دینا نہ صحیح ہے اور نہ حقیقت حال کے مطابق۔ نشہ تو دولت کا بھی ہوتا ہے، اقتدار کا بھی ہوتا ہے، سستی شہرت کے حصول کا بھی ہوتا ہے، خود غرضی و مفاد پرستی بھی تو ایک لت ہے ہی جس میں اگر بے ضمیری شامل ہو جاتی ہے تو وہ تمام سرحدوں کو پار کر جاتی اور اجتماعی مفاد کو چند کوڑیوں کے عوض ذاتی مفاد پر بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔ جب قومیں روبہ زوال ہوتی ہیں تو ان میں وہ امراض بھی پیدا ہونے لگتے ہیں جو ان کے زوال کی رفتار تیز سے تیز تر کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور جو قومیں اقبال مند ہوتی ہیں، خواہ ان کا دھرم کچھ ہو، ان میں وہ آثار محسوس کئے جا سکتے ہیں جو انہیں دنیوی ترقی کی راہ پر گامزن رکھتی ہیں۔

زیادہ دور نہ جایئے ۴۷ء کے آس پاس کے پر آشوب حالات پر ہی ایک اچٹتی سی نگاہ ڈال لیجئے اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے نیتاؤں کو ان کی قوم کی طرف سے کتنا اعزاز و اکرام ملا اور اس کے برعکس اقلیتی رہنماؤں کو ان ہی کی ملت کے افراد نے کیا کچھ برا بھلا نہیں کہا، کون سے اچھے الزامات ان پر عائد نہیں کئے اور شکوک و شبہات کے کون کون سے کٹہروں میں انہیں کھڑا نہیں کیا گیا۔

بنگلور کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ 'سالار' کے سابق ایڈیٹر مرحوم مقصود علی خاں صاحب (سابق ایم پی) سے ایک دن میں نے شمال کی پس ماندگی اور جنوب کی ترقی کی وجہ جاننا چاہی تو انہوں نے بڑا حقیقت پسندانہ جواب عنایت فرمایا کہ جنوب کے لوگ کسی قائد کے پیچھے چلنا جانتے ہیں جبکہ شمال کے لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ قائد ہوا چاہتا ہے۔ یقلم خود دانا و بینا اور رہبر و رہنما!!

مقصود علی خاں صاحب مرحوم سیاست اور صحافت دونوں میدانوں کے نشیب و فراز سے واقف تھے اور بجا طور پر انہیں حق تھا کہ وہ تفریحاً ہی سہی کچھ ایسی باتیں کہہ جائیں جو حقیقت پر مبنی ہوں۔ جنوب کے مسلمان کی تعلیم و صنعت اور روزگار و کاروبار میں الحمدللہ نسبتاً بہتر صورت حال ہے جبکہ شمال کے مسلمان کی ذہنیت نعرہ بازی اور عارضی و وقتی ہنگامہ آرائی کی رہی ہے (الا ماشاءاللہ) جس سے ملت کو نقصان ہی پہونچا ہے تفرقہ پیدا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ آنے دیجیے اور پھر دیکھئے کہ ''امت'' کہلانے والی یہ ملت کس ''فراخدلی و دیدہ دلیری'' سے انتشار کا مظاہرہ کرتی ہے کہ توبہ ہی بھلی! اپنے تو دل مسوس کر رہ جاتے ہیں لیکن ان کی یہ نادانی جگ ہنسائی کا موجب بنتی ہے اور ان معاملات میں کسی کو صفائی دینا بھی محال ہو جاتا ہے۔

بات نشہ کی چل رہی تھی اور میں کہاں ہوش کی بات کرنے لگا! چنانچہ عرض ہے کہ ایک نشہ ذاتی مفاد کا بھی ہے اور اس قسم کے ذاتی مفاد کا ہے جو اجتماعی مفاد کو نہ صرف قربان کر دے بلکہ بیچ کھائے اور چورا ہے پر اجتماعی مفاد کی وہ دھجیاں بکھیرے کہ بس اللہ کی پناہ! غالب کو شاید اندازہ تھا کہ یہ جسارت و جرأت دین دھرم کے نام نہاد علمبردار ہی زیادہ دیدہ دلیری اور کمال فریب کاری سے کرتے رہیں گے شاید اسی لئے وہ کہہ گیا۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

شاید یہی وجہ بنے اور تاریخ یہ عبرتناک ریکارڈ محفوظ کرے کہ ہندوستان جیسے ملک کی ''دوسری بڑی اکثریت'' اس قدر بڑی تعداد کے باوجود نصف صدی گزر جانے پر بھی اس ملک میں نہ تو اپنا سیاسی وزن محسوس کرا پائی اور نہ تعلیم و کاروبار میں اپنے برادران وطن کے شانہ بشانہ کوئی ممتاز حیثیت حاصل کر سکی۔ رہے اغیار تو انہوں نے اس کی برابر منصوبہ بند کوششیں کیں کہ مسلمانوں کی توانائیاں یا تو ہمارے جنم دئے ہوئے مسائل کے دفاع میں صرف ہو جائیں یا پھر باہمی انتشار میں۔ لیکن آزاد ہندوستان کی تاریخ میں ایک موڑ ایسا بھی آیا جب مسلمانوں کے سامنے مرحلہ، تحفظ شریعت کا آن پڑا۔ تحفظ شریعت آخری چوکی تھی کہ خدانخواستہ اگر مسلمان تحفظ شریعت کے نام پر متحد نہ ہو پاتا تو وہ اپنی بے حمیتی و بے حسی پر آخری مہر لگا دیتا! لیکن ان گنہ گار آنکھوں کو بھی الحمدللہ ۲۸/۲۷ دسمبر ۱۹۷۲ء کو منعقد ہونے والے اس مسلم پرسنل لاء کنونشن میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تھی علماء کا یہ اتحاد اُس وقت ہم جیسے نوعمروں کے لئے یقیناً ایک خواب سے کم نہ تھا! ایک حسین خواب!! شیعہ سنی دیوبندی بریلوی مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے صف اول کے رہنماؤں کی ڈائس پر ایک کہکشاں سجی تھی اب تو بساط چرخ لٹی دکاں کی طرح پڑی ہے جو باقی رہ گئے ہیں خدا انہیں سلامت رکھے۔ لیکن اس وقت سچ پوچھئے تو ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس قدر جوش و جذبہ کے ساتھ مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع ایک حساس موضوع کے عنوان پر جمع تھا اسی موقع پر دیکھا کہ مسلم پرسنل لاء میں اصلاح کے علمبردار اور ستیہ شودھک منڈل کے کرتا دھرتا مسٹر حمید دلوائی بیس پچیس عورتوں پر مشتمل ایک ''جلوس'' لے کر جلسہ گاہ کے قریب سے ہی پولس فورس کی زبردست سیکورٹی کے ساتھ برآمد ہو رہے ہیں مولانا ضیاء الدین بخاری شہیدؒ خدا انہیں غریق رحمت کرے، فوراً مائک پر آئے مجمع کو اس شرارت سے آگاہ کرنا اور اسے کنٹرول میں رکھنا مقصود تھا انہوں نے اس موقع پر برجستہ ایک شعر پڑھا۔

ذرا سی پی کے بہکنے لگے ہیں دیوانے — یہ اور پی لیں تو کیا ہوگا خدا جانے

تین دہائیوں سے کچھ زائد برس اس مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تشکیل پر گزر گئے اور الحمدللہ بورڈ مسلمانوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم بن کر ابھرا لیکن ''ذرا سی پی کے بہکنے والے عناصر'' نے بھی ۳۳ برسوں بعد ہی سہی، مسلم پرسنل لاء کے نام پر چند ایک بورڈ قائم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ملت کی تاریخ جعفر از دکن اور صادق از بنگال سے نہ کبھی خالی رہی ہے نہ رہے گی۔ البتہ خوش کن و خوش آئند بات یہ ہے کہ ملت نے ان کو یکسر مسترد کر دیا اور ثبوت دیا اس بات کا کہ تھپیڑوں نے اس کی ملی غیرت اور دینی حمیت کو مزید نکھارا اور ابھارا ہے۔ یہی دینی غیرت و حمیت ملت کی شناخت کے لئے آب حیات کا کام کرتی رہی ہے۔

Phone : 0522-2255257
IZHARSON PERFUMERS
اظہارسن پرفیومرس
لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ،
عرق کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دکان
ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں
اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ ۳
تیار کردہ
Izharson Perfumers
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-226003
E-mail : izharsonperfumers @yahoo.com

اپنی نوعیت کی ایک منفرد لسانی لغت
''انگریزی، عربی، اور اردو ڈکشنری''
(تین جلدوں میں)
سنگم
از : جناب حکیم عزیز الرحمٰن الاعظمی
جس میں ہر ہر انگریزی حرف سے بننے والے بیشمار الفاظ و مشتقات ابجدی ترتیب سے درج کر کے ان کے مقابل اردو اور ہم معنی عربی اور اردو میں مستعمل الفاظ لکھے ہیں۔
تحقیق و تصنیف اور ترجمہ کا کام کرنے والوں کے لئے
ایک نادر و نایاب تحفہ
فی جلد =/200 روپے -- کل صفحات 2278
ناشر : مکتبہ فردوس، مکارم نگر، بروڈیا، نیگور مارگ، لکھنؤ ۲۲۶۰۲۰

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.
Phone : 2618636, 2258506
Mobile : 9415001207

ہردینا
• مرگی، ہسٹریا کی بیماری، فالج
• بیہوشی میں رات، خوف اور
• جنون کے لئے
یکساں مفید ہے

صبا کا آملہ
بالوں کا بہترین محافظ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S) 2216948 (R) 2227443

حسنی فارمیسی
(ISO) 2202677 . M . 94150 28675, 9415050 47